الاحسان: قال النبي ﷺ أن تعبد الله كأنك تراه ... الحديث

ترجمانِ معہد الخلیل الاسلامی

دعوتی، اصلاحی اور تربیتی مضامین پر مشتمل وقیع مجلہ

ماہنامہ سلوک و احسان کراچی

جلد 34 شمارہ 03

ربیع الاول 1442ھ • نومبر 2020ء



سیرت نمبر

زم زم و کوثر و تسنیم نہیں لکھ سکتا
اے نبی، آپ کی تعظیم نہیں لکھ سکتا
میں اگر سات سمندر بھی نچوڑوں راحت
آپ کے نام کی اک میم نہیں لکھ سکتا

بیاد: قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ

بانی: محبوب المشائخ حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی نور اللہ مرقدہ

معہد الخلیل الاسلامی 445/3 بہادر آباد کراچی

الاحسان: قال النبی ﷺ ان تعبد اللہ کانک تراہ... الحدیث

ترجمان معہد الخلیل الاسلامی

دعوتی، اصلاحی اور تربیتی مضامین پر مشتمل وقیع مجلہ

ماہنامہ

سلوک و احسان

کراچی

بیاد: قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

بانی: شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی نوراللہ مرقدہ

مدیر مسئول: مولانا محمد الیاس مدنی

معاون مدیر: مولانا امین اللہ

ناظم اشتہارات: مولانا عبدالعزیز

ناظم ترسیل: مولانا عبدالستار

تزئین و آرائش: نعیم سعید

برائے رابطہ

تحاریر و آراء کے لیے: 0313-2656897

ڈاک و ترسیل کے لیے: 0307-7929443

تشہیر کے لیے: 0331-8465836

مجلس مشاورت

مولانا محمد عاصم

مفتی محمد مدنی

مولانا وسیم احمد

مجلس ادارت

مولانا محمد زکریا مدنی

مولانا سہیل الرحمن

مولانا اسماعیل ریحان

قیمت فی شمارہ

PKR اندرون ملک: 25 روپے

$ بیرون ملک: 30 ڈالر

PKR سالانہ زر تعاون: 300 روپے

مطبع: شکیل پرنٹنگ پریس | ناشر: محمد الیاس مدنی

معہد الخلیل الاسلامی 445/3 بہادر آباد کراچی
sulookwaihsan@gmail.com
+92-21-34938998

آئینۂ ترتیب

حمد

الٰہی تیری چوکھٹ پر بھکاری بن کے آیا ہوں

الٰہی تیری چوکھٹ پر بھکاری بن کے آیا ہوں
سراپا فقر ہوں عجز و ندامت ساتھ لایا ہوں

بھکاری، وہ کہ جس کے پاس جھولی ہے نہ، پیالہ ہے
بھکاری، وہ جسے، حرص و ہوس نے مارڈالا ہے

متاعِ دین و دانش نفس کے ہاتھوں سے لٹوا کر
سکونِ قلب کی دولت ہوس کی بھینٹ چڑھوا کر

لٹا کر ساری پونجی غفلت و نسیاں کی دلدل میں
سہارا لینے آیا ہوں ترے کعبے کے آنچل میں

گناہوں کی لپٹ سے کائناتِ، قلب افسردہ
ارادے مضمحل، ہمت شکستہ، حوصلے مردہ

کہاں سے لاؤں طاقت دل کی سچی ترجمانی کی
کہ کس جنجال میں گزری ہیں گھڑیاں زندگانی کی

خلاصہ یہ کہ بس جل بُھن کے اپنی روسیاہی سے
سراپا فقر بن کر اپنی حالت کی تباہی سے

ترے دربار میں لایا ہوں اب اپنی زبوں حالی
تری چوکھٹ کے لائق ہر عمل سے ہاتھ ہیں خالی

یہ تیرا گھر ہے تیرے مہر کا دربار ہے مولا
سراپا نور ہے اک مہبطِ انوار ہے مولا

تری چوکھٹ کے جو آداب ہیں، میں ان سے خالی ہوں
نہیں جس کو سلیقہ مانگنے کا وہ سوالی ہوں

زباں، غرقِ ندامت دل کی ناقص ترجمانی پر
خدایا رحم میری اس زبانِ، بے زبانی پر

یہ آنکھیں خشک ہیں، یارب انہیں رونا نہیں آتا
سلگتے داغ ہیں دل میں جنہیں دھونا نہیں آتا

الٰہی تیری چوکھٹ پر بھکاری بن کے آیا ہوں
سراپا فقر ہوں، عجز و ندامت ساتھ لایا ہوں

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

نعت

آرزو ہے کہ ترا دھیان رہے تا دمِ مرگ

آرزو ہے کہ ترا دھیان رہے تا دمِ مرگ
شکل تیری نظر آئے مجھے جب آئے اجل

روح سے میری کہیں پیار سے یوں عزرائیل
کہ مری جان مدینے کو جو چلتی ہے تو چل

دمِ مردن یہ اشارہ ہو شفاعت کا تری
فکر فردا تُو نہ کرِ دیکھ لیا جائے گا کل

یادِ آئینہِ رُخسار سے حیرت ہو مجھے
گوشہِ قبر نظر آئے مجھے شیش محل

میزباں بن کے نکیرین کہیں گھر ہے ترا
نہ اُٹھانا کوئی تکلیف نہ ہونا بے کل

رُخِ انور کا ترے دھیان رہے بعدِ فنا
میرے ہمراہ چلے راہِ عدم میں مشعل

حذف ہوں میرے گناہانِ ثقیل اور خفیف
آئیں میزاں میں جب افعالِ صحیح و معتل

میری شامت سے ہو آراستہ گیسوئے سیاہ
عارضِ شاہدِ محشر ہو اگر حُسنِ عمل

صفِ محشر میں ترے ساتھ ہو تیرا مدّاح
ہاتھ میں ہو یہی مستانہ قصیدہ یہ غزل

کہیں جبریل اشارے سے کہ ہاں! بسم اللہ
سمتِ کاشی سے چلا جانبِ مَتھُرا بادل

محسن کاکوروی

سیرتِ طیبہ اور ہمارا رویہ

مولانا محمد الیاس مدنی

سرورِ دو عالم ﷺ سے محبت کا پاکیزہ جذبہ، آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے خوشہ چینی اور آپ ﷺ کے نقش قدم کی پیروی ایک مومن کے لیے اس کی زندگی کا سب سے قیمتی متاع اور اس کی آخرت کے لیے بہترین توشہ ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایک مسلمان کی نجات کا ذریعہ ہی یہی ہے کہ اس کی صبح و شام ذکر خیر البشر سے معطر اور اس کے دل و دماغ حب خیر الابرار سے لبریز ہوں۔ بات یہ ہے کہ سید المرسلین کی ذات گرامی سے محبت و اطاعت کے جذبات وابستہ نہ ہوں تو اس شخص کا ایمان ہی نامکمل ہو۔ چنانچہ اسی جذبے کے تحت سرورِ دو عالم ﷺ کے ذکر، ان کی سیرت کے بیان اور اسوہ حسنہ کی چند جھلکیوں پر مشتمل یہ شمارہ پیش خدمت ہے۔

کسی شخصیت کی سیرت سے حسب ضرورت آگاہی کے بغیر اس کی محبت کا دم بھرنا یا اس کی اطاعت کی تکرار کھوکھلے دعووں کے سوا کچھ نہیں۔ بدقسمتی سے آج کے مسلمان کی مشکل یہی ہے کہ وہ بلند بانگ دعوے تو بہت کرتا ہے لیکن جب عمل کی باری آتی ہے تو بغلیں جھانکنے لگتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی محبت کا اولین تقاضا ہی یہ ہے کہ آپ کی اطاعت کی جائے لیکن کیا آپ ﷺ کی اطاعت سیرت طیبہ سے آگاہی کے بغیر ممکن ہے؟ حال یہ ہے کہ سیرت کے بارے میں ہمارا مبلغ علم چند واقعات ہی ہیں حالانکہ سیرت محض واقعات نہیں بلکہ ایک کسوٹی سے عبارت ہے جس پر تمام چیزوں کو پرکھا جاتا ہو اور کھرے کھوٹے کی پہچان کی جاتی ہو۔ ام المومنین صدیقہ کائنات کے الفاظ میں بات کی جائے تو سیرت طیبہ قرآن سے عبارت ہے۔ آپ ﷺ کا ہر قول اور ہر عمل قرآن کریم کی عملی تفسیر جو ہے!

دنیا کی کوئی قوم اس وقت تک تخت عروج پر متمکن نہیں ہوسکتی جب تک وہ اپنے حقیقی رہبر و رہنما کی حیات سے کما

حقہ واقفیت اور اس کے ساتھ عملی مطابقت پیدا نہیں کر لیتی۔ آج اگر ہم مغلوبیت کا شکار ہیں، ہر جگہ مظلومیت کا استعارہ ہیں تو اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم نہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ سے کما حقہ واقفیت رکھتے ہیں اور نہ ہماری زندگیاں اس سے میل کھاتی ہیں۔ چنانچہ ہم اگر امت کی زبوں حالی کا رونا روتے ہیں تو یہ اس کی بنیادی وجہ ہے۔

آج بھی اگر ہم اپنے روز و شب کو سیرت طیبہ کے سانچے میں ڈھالیں تو ہمیں وہ کھویا ہوا مقام مل سکتا ہے اور امت دوبارہ دنیا میں احیائے خلافت کا سنگ میل پا سکتی ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ہم سب سے پہلے سیرت طیبہ سے آگاہی حاصل کریں اور اس کے بعد ان تعلیمات کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں کیونکہ نہ صرف امت بلکہ پوری انسانیت کی فلاح کا دار و مدار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ چنانچہ اس تناظر میں بحیثیت امتی ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے اس کامل و اکمل رہنما کی سیرت سے آگہی حاصل کریں۔

بدقسمتی سے آج تک ہم سیرت النبی کو وہ مقام نہیں دے پائے جس کی یہ مستحق ہے۔ اس سے بڑھ کر سیرت کے ساتھ ناانصافی کیا ہوگی؟ کہ ابھی تک ہم نے اسے باقاعدہ اپنے نصاب کا حصہ ہی نہیں بنایا۔ نصاب تو دور ہم اپنی محافل و مجالس اور اجتماعات و خطبات میں سیرت کے نام پر محض واقعات اور شمائل ذکر کر دیتے ہیں حالانکہ صرف اس کا نام سیرت نہیں۔ سیرت ایک پورے پیکیج کا نام ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات و واقعات سے لے کر کردار و کارناموں تک اور اقوال و افعال سے لے کر عادات و اطوار تک سبھی شامل ہوتا ہے۔ جہاں تک سیرت کے عملی پہلوؤں اور سیرت کی عصری تطبیق کی بات ہے اس کی طرف تو توجہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

عصری تعلیمی ادارے تو خیر دینی تعلیم جس میں سیرت بھی شامل ہے، سے خود کو مبرا سمجھتے ہیں ہمارے مدارس کا حال بھی کچھ حوصلہ افزا نہیں جو دینی تعلیم کو اپنی بنیادی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ آپ نصاب اٹھا کر دیکھ لیجیے خود بخود اندازہ ہو جائے گا کہ اس میں سیرت طیبہ کو کتنی اہمیت دی گئی ہے؟ مدارس میں ہم احادیث نبوی پڑھاتے ہیں، اچھی بات ہے لیکن ذرا غور کیجیے کہ صحیح طور پر احادیث مبارکہ کے پس منظر و پیش منظر سے سیرت طیبہ کے گہرے مطالعے کے بغیر واقفیت ممکن ہے؟

مسلمانوں کی تہذیبی مغلوبیت کی ایک بڑی وجہ سیرت مبارکہ سے عدم واقفیت بھی ہے۔ عصری تہذیب کی چکا چوند ان کی آنکھیں اسی لیے خیرہ کیے دیتی ہیں کہ ان کے چشم تصور کی پرواز اسلامی تہذیب کی اس آفاقیت کو چھونے سے قاصر ہوتی ہے جس کی جھلک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ میں نظر آتی ہے۔ ان میں وہ اعتماد ہی پیدا نہیں ہوتا جو انہیں مغربی تہذیب کے سامنے سینہ تانے کھڑا ہونے کی طاقت بخشتا ہو۔ نتیجتاً وہ اس سیلاب بلاخیز میں خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتے ہیں اور اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہمارے ہاں عموماً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محض ایک پیغمبر کے روپ میں

دیکھا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا کر سبکدوش ہو گیا ہو اور بس!

یہ درست ہے کہ آپ ﷺ ایک پیغمبر بلکہ پیغمبروں کے امام تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک عظیم مصلح بھی تھے جنہوں نے ایک بگڑے ہوئے معاشرے کو سدھارنے کا ایسا محیر العقول کارنامہ انجام دیا جس کی نظیر رہتی دنیا تک کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ ایک مدبر بھی تھے جنہوں نے اپنی فہم وفراست کے ذریعے معاشرے میں ایک انقلاب برپا کیا اور اسے ایک نئے نظام سے آشنا کیا۔ پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ ایک عظیم داعی بھی تھے جنہوں نے خلق خدا کو اپنے خالق سے جوڑنے کا مشن اس حسن وخوبی سے سر کیا کہ دنیا آج تک انگشت بدندان ہے۔ پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ ایک رحمۃ للعالمین بھی تھے جنہوں نے اپنوں پرایوں کا غم اپنے سینے میں پالا اور آپ کے چشمہ رحمت سے خلقت عالم سیراب ہوئی۔ پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ ایک عظیم سیاسی رہنما بھی تھے جنہوں نے اپنی بے مثال سیاسی بصیرت کے بل پر دشمنوں کو رام کیا، مخالفین کو یکجا کیا اور اسلام ومسلمانوں کے خلاف تمام حربے ناکام بنائے۔ پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ ایک عظیم عسکری قاید بھی تھے جنہوں نے اپنی منفرد حربی تدابیر کے ذریعے دشمن کو ناکوں چنے چبوائے۔

سیرت طیبہ کا ذکر ہر دم ہونا چاہیے۔ اس کے لیے کسی مخصوص موقع کا انتظار ایسا ہی جیسے کسی شخص کے پاس روشنی کے تمام لوازمات موجود ہوں اور وہ محض کسی خاص موقع کے انتظار میں اندھیرا جھیلتا رہے۔ ہمارے ہاں مگر یہ ایک ریت بن گئی ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ شروع ہوتے ہی ہم خود پر عشق نبی طاری کر لیتے ہیں۔ سال کے بارہ مہینوں میں ہم نے یہ ایک مہینہ سیرت کے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔ جلسے جلوس نکالتے ہیں، ذکر مصطفی کی محفلیں سجاتے ہیں اور اجتماعات منعقد کرتے ہیں جبکہ باقی گیارہ مہینے لمبی تان کر سورہتے ہیں۔

پھر ہمارے غلو کا یہ حال بھی کس قدر افسوس ناک ہے کہ ہم نے اہتمام کے نام پر اس مہینے میں طرح طرح کی بدعات اور خرافات ایجاد کر لی ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس نبی کی محبت میں جنہوں نے واضح طور پر کہہ رکھا ہے کہ جس نے دین میں خلاف شریعت کوئی چیز گھڑی تو وہ مردود تصور ہوگی۔ دوسری جگہ متنبہ فرمایا کہ گھڑی ہوئی چیزوں سے دور رہو کیونکہ ہر ایسی چیز بدعت تصور ہوگی۔ ان ارشادات کی روشنی میں ہمارے لیے یہ فیصلہ کرنا نہایت آسان ہے کہ کون سی چیز دین کا حصہ ہے؟ اور کون سی خود ساختہ۔ سیدھی سی بات ہے جس چیز کا ثبوت قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہو وہ مقبول ہے اور جو ان تینوں میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہ ہو تو وہ مردود۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رشد وہدایت پر ثابت قدم رکھے اور گمراہی وضلالت کے گڑھوں میں گرنے سے بچائے۔

عظمتِ مصطفیٰ
آیات کے آئینے میں

مولانا حبیب اللہ

الحمد للہ رب العٰلمین، و الصلوٰۃ و السلام علی سید الأنبیاء و المرسلین: أما بعد!

بسم اللہ الرحمن الرحیم...

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَـهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُون (الاعراف:158)

اے محمد، کہو کہ اے انسانو، میں تم سب کی طرف اُس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمی پر جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے، اور پیروی اختیار کرو اُس کی، امید ہے کہ تم راہ راست پالو گے۔

حاصلِ پیام

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے نبی معظم ﷺ کی زبانی کہلوایا گیا ہے کہ وہ سب کی طرف بھیجے گئے رسول ہیں۔ آپ ﷺ سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث ہوتے تھے جبکہ آپ ﷺ کی بعثت عالم گیر اور تا قیامت ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ مخلوقات میں سب سے بہتر مخلوق انسان

ہے اور انسانوں میں سب افضل انبیاء علیہم السلام کی ذات ہے۔ پھر انبیاء علیہم السلام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امامت کے مرتبے پر فائز ہیں چنانچہ اس سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کی دلیل کیا ہوگی؟

تعظیم پیغمبر کا حکم

قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کو لازم اور اسے ایمان کی نشانی قرار دیا گیا ہے، ارشاد ہے:

لِّتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ (الفتح:9)

تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

اطاعت پیغمبر کا حکم

قرآن کریم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی تعمیل اور اس میں اپنی رائے کا دخل نہ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے بعد اپنی رائے کا اختیار ختم ہو جاتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا (الحشر:7)

''جو کچھ تمھیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو''

صفات الٰہیہ کا مظہر

کلام مجید میں مختلف پیرایوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو صفات الٰہیہ کا مظہر قرار دیا گیا ہے چنانچہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ قرار دیا گیا ہے۔ جیسے اس آیت میں:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح:10)

جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

کبھی اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کو اپنی طرف منسوب فرماتے ہیں، ارشاد ہے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَـٰكِنَّ اللّٰهَ رَمَىٰ (الانفال:17)

اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ بدر کے موقع پر) جس وقت تم نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:80)

جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک اس نے خدا کی فرمانبرداری کی۔

عالمگیر نبوت

دوسرے انبیاء کے برعکس آپ ﷺ کی نبوت عالم گیر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (الاعراف:158)

(اے محمد ﷺ) کہہ دو کہ لوگو میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا (یعنی اس کا رسول) ہوں۔

خاتم النبیین

قرآن کریم نے آپ ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیا ہے، ارشاد ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَـٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّـهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (احزاب:40)

محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ خدا کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی اس کو ختم کر دینے والے) ہیں۔

مرتبہ فنائیت

قرآن کریم کی گواہی کے مطابق آپ فنا فی اللہ کے درجے پر فائز ہیں، ارشاد ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (انعام:162)

(یہ بھی) کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے رب العالمین ہی کے لیے ہے۔

اعلیٰ نمونہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات گرامی کو لوگوں کے لیے اسوہ یعنی آئیڈیل قرار دیا ہے، ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب:21)

درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔

ذریعہ حصول محبت الٰہی

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات کو محبت الٰہی کے حصول کا ذریعہ قرار دیا ہے، ارشاد ہے:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آل عمران:31)

اے نبی! لوگوں سے کہہ دو کہ ”اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔

عظمتِ مصطفیٰ
احادیث کے آئینے میں

مولانا حبیب النبی

الحمد للہ رب العلمین، و الصلوٰۃ و السلام علی سید الأنبیاء و المرسلین: أما بعد!

بسم اللہ الرحمن الرحیم...

عن المطلب بن ابی و داعة رضی اللہ عنه قال: جاء العباس الی رسول اللہ ﷺ فکانه سمع شیئا، فقام النبی ﷺ علی المنبر فقال: من انا؟ قالوا: انت رسول اللہ ﷺ علیک السلام، قال: انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب، ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرهم فرقة، ثم جعلهم فرقتین فجعلنی فی خیرهم فرقة، ثم جعلهم قبائل فجعلنی فی خیرهم قبیلة، ثم جعلهم بیوتا فجعلنی فی خیرهم بیتا و خیرهم نسبا۔ وفی روایة آخری: فانا خیرهم بیتا و خیرهم نفسا۔ (ترمذی، کتاب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ، حدیث: ۳۵۳۲)

ترجمہ: حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اس وقت (کافروں سے کچھ ناشائستہ کلمات) سن کر (غصہ کی حالت میں تھے، اس واقعہ پر مطلع ہو کر) حضور نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: میں کون ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا: آپ پر سلامتی ہو، آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے بہترین خلق (یعنی انسانوں) میں پیدا کیا، پھر مخلوق کو دو حصوں میں

تقسیم کیا (یعنی عرب وعجم) تو مجھے بہترین طبقہ میں رکھا، پھران کے مختلف قبیلے بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا پھران کے گھرانے بنائے تو مجھے بہترین گھرانہ میں رکھا اور بہترین نسب والا بنایا۔ تو میں گھرانے کے اعتبار سے اور ذات کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہوں۔

حاصل پیام

حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کی فضیلت اوران کی عظمت شان کا بیان ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ خیر البشر ہیں، سید الاولین والآخرین ہیں، امام الانبیاء ہیں اور شافع محشر ہیں۔ ہمارے البتہ فخر کی بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان کے امتی ہونے کا اعزاز بخشا۔ اس پر جتنا شکر کیا جائے کم ہے۔

حضرت آدم کا محمد ﷺ کے ساتھ توسل

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے کہا: جب حضرت آدم سے خطائے اجتہادی سرزد ہوئی تو انہوں نے دعا کی: اے میرے رب! میں تجھ سے محمد ﷺ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما، اس پر اللہ رب العزت نے فرمایا: اے آدم! تونے محمد ﷺ کو کس طرح پہچان لیا؟ حالانکہ ابھی میں نے انہیں پیدا بھی نہیں کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: مولا! جب تونے اپنے دست قدرت سے مجھے پیدا کیا اور اپنی روح میرے اندر پھونکی میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا ہوا، میں نے جان لیا کہ تیرے نام کے ساتھ اسی کا نام ہوسکتا ہے جو تمام مخلوق میں سے تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تونے سچ کہا: مجھے ساری مخلوق میں سب سے زیادہ وہی محبوب ہیں، اب جبکہ تم نے اس کے وسیلے سے مجھ سے دعا کی ہے تو میں نے تجھے معاف کردیا اور اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہیں کرتا۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم)

حضرت عیسیٰ کو محمد ﷺ پر ایمان کا حکم

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: انہوں نے کہا کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی: اے عیسیٰ! محمد ﷺ پر ایمان رکھ، اور اپنی امت کو حکم دے کہ جو لوگ ان کے زمانے کو پائے ان پر ایمان لائے، کیونکہ اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں آدم (علیہ السلام) کو پیدا نہ کرتا اور اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا اور نہ ہی جہنم کو، اور بے شک میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ

لرزنے لگا تو میں نے اس پر 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' لکھا تو وہ پرسکون ہو گیا۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم)

جبریل امین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں رطب اللسان

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جبرئیل علیہ السلام نے کہا: میں نے تمام زمین کے اطراف واکناف اور گوشہ گوشہ کو چھان مارا مگر نہ تو میں نے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر کسی کو پایا اور نہ ہی میں نے بنو ہاشم کے گھر سے بڑھ کر بہتر کوئی گھر دیکھا۔ (المعجم الاوسط)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت تخلیق آدم سے قبل

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو نبوت کب عطا کی گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (میں اس وقت بھی نبی تھا) جبکہ آدم کی تخلیق روح اور جسم کے مرحلہ میں تھی (یعنی یعنی روح اور جسم کا باہمی تعلق ابھی نہ ہوا تھا) (ترمذی)

افضل الاولین والآخرین، صاحب لواء الحمد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سن لو! میں اللہ کا حبیب ہوں اور مجھے اس بات پر کوئی فخر نہیں ہے۔ میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور مجھے اس بات پر کوئی فخر نہیں ہے، قیامت کے دن سب سے پہلا شفاعت کرنے والا میں ہی ہوں اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ہے، اور سب سے پہلے جنت کی کنڈی کھٹکھٹانے والا بھی میں ہی ہوں اللہ تعالی میرے لئے اسے کھولے گا اور مجھے اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ غریب وفقیر مومنین ہوں گے اور مجھے اس بات پر کوئی فخر نہیں ہے، میں اولین وآخرین میں سب سے زیادہ عزت والا وشرف والا ہوں اور مجھے اس بات پر کوئی فخر نہیں ہے۔ (ترمذی)

روز قیامت انبیاء کا امام وخطیب وشفیع

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میں انبیائے کرام علیہم السلام کا امام، خطیب اور شفیع ہوں گا اور اس پر مجھے فخر نہیں۔ (ترمذی)

پہاڑ اور درختوں کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا، ہم مکہ کے ایک طرف چلے تو جو بھی پہاڑ اور درخت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آتا وہ 'السلام علیک یارسول اللہ' کہتا۔ (ترمذی)

خصوصیات نبی مرسل

مولانا عبدالستار

جو خصوصیات اللہ تعالیٰ نے صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں اس کی چند قسمیں ہیں:

پہلی قسم وہ خصوصیات ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں تشریف لانے سے پہلے حاصل ہوئی۔ مثلاً:

1. سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پیدا ہوا۔
2. سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت عطا فرمائی۔
3. عہد "الست ، الست بربکم" (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) کے جواب میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلیٰ (کیوں نہیں) فرمایا۔
4. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک عرش پر لکھا گیا۔
5. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقصود خلائق بتایا گیا۔
6. تمام آسمانی کتب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی گئی۔
7. حضرت آدم، حضرت نوح اور ابراہیم علیہم السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات حاصل ہوئیں۔ (اس کی تفصیل فصل اول اور دوم میں گزر چکی)

دوسری قسم وہ باتیں جو دنیا میں تشریف لاتے وقت نبوت سے پہلے ظاہر ہوئیں۔ مثلاً:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شانے پر مہر نبوت کا ہونا۔

تیسری قسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ خصوصیات جو نبوت کے بعد ظاہر ہوئیں۔ مثلاً:

1. معراج، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت جہنم، فرشتوں کو دیکھا اور حق تعالیٰ کی زیارت کی۔
2. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے کہانت سے ختم ہوگئی۔
3. اذان واقامت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام موجود ہے۔
4. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی کتاب عطا ہوئی جو ہر اعتبار سے معجزہ ہے۔ نہ اس کے الفاظ تبدیل ہوسکتے ہیں نہ معانی اور یہ زبانی یاد بھی ہوجاتی ہے۔
5. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے صدقے کا حرام ہونا۔
6. سونے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضو نہ ٹوٹنا۔
7. امتیوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات سے نکاح پر ہمیشہ کے لیے ممانعت۔
8. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ نسب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سے چلنا۔
9. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پشت مبارک کی طرف سے بھی ایسے دیکھتے تھے جیسے سامنے کی طرف سے دیکھتے ہیں۔
10. جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دور سے دیکھتا وہ بھی مرعوب

ہو جاتا تھا۔

11. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا جامع مانع ہونا۔

12. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوقات کی طرف مبعوث فرمایا جانا۔

13. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا۔

14. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی تعداد تمام امتوں سے زیادہ ہونا۔

15. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام مخلوق سے افضل ہونا۔

چوتھی قسم وہ باتیں جو پہلی امتوں میں نہ تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے صرف اس امت کو عطا ہوئیں:

1. امت محمدیہ کے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔

2. ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا کہ جہاں چاہیں نماز پڑھ لیں۔

3. تیمم کی اجازت دے کر ساری زمین کو پاکی حاصل کرنے کا آلہ بنا دیا گیا۔

4. اذان واقامت مقرر کی گئی۔

5. نماز میں مسلمانوں کی صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنائی گئیں۔

6. جمعہ کے روز نماز جمعہ جیسی خاص عبادت اور دعا کی قبولیت کی ایک خاص گھڑی عطا فرمائی گئی۔

7. روزہ کے لیے سحری کی اجازت دی گئی۔

8. رمضان المبارک میں شب قدر (جیسی عظیم نعمت) عطا کی گئی۔

9. ایک نیکی پر کم سے کم دس گنا، ورنہ اس سے بھی زیادہ اجر وثواب دیا گیا۔

10. بھول چوک پر گناہ نہ ہونے کا وعدہ کیا گیا۔

11. مشقت والے احکام کو ختم کر دیا گیا۔

12. تصویر اور نشہ آور چیزوں کو حرام قرار دیا گیا۔

13. اجماع امت کو ایک دلیل شرعی بنایا گیا اور اس میں گمراہی کا احتمال ختم کر دیا گیا۔

14. فروعی اختلاف کو رحمت بنایا گیا۔

15. اس امت پر پہلی امتوں جیسے عذاب نہیں آئیں گے۔

16. طاعون سے مرنے والے کو شہادت کا مرتبہ ملے گا۔

17. علماء سے انبیاء علیہم السلام والا کام لیا جائے گا۔

18. قرب قیامت تک اللہ تعالیٰ کی حمایت ونصرت سے اہل حق موجود رہیں گے۔

(نشر الطیب)



بہ احتیاطِ عقیدت بہ چشمِ تر کہنا

بہ احتیاطِ عقیدت بہ چشمِ تر کہنا
صبا حضور سے حالِ دل و نظر کہنا!

حصارِ جبر میں ہوں اور یہاں سے بھی ہجرت
مَیں جانتی ہُوں کہ ممکن نہیں مگر، کہنا

میں خاکِ شہرِ مدینہ پہن کے جب نکلوں
تو مُجھ سے بڑھ کے کوئی ہوگا معتبر کہنا

یہ عرض کرنا کہ آقا مِری بھی سُن لیجے
بجز تمُھارے نہیں کوئی چارہ گر کہنا

مَیں اپنی پلکوں سے لکھتی ہُوں حرفِ نامِ رسُول
مُجھے بھی آگیا لکھنے کا اب ہُنر کہنا

یہ کہنا اب تو ہمیں تابِ انتظار نہیں
کہ ہم کریں گے مدینے کا کب سفر کہنا

نوشی گیلانی

بے مثال بچپن

سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا زمانہ رضاعت وطفولت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ

سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آپ کی والدہ ماجدہ نے اور چند روز کے بعد ابولہب کی کنیز ثوبیہ نے دودھ پلایا۔ اس کے بعد یہ دولت خداداد حلیمہ سعدیہ کو نصیب ہوئی۔

شرفائے عرب کی عام عادت تھی کہ بچوں کو دودھ پلانے کے لیے گردونواح کے دیہات میں بھیج دیتے تھے جس سے بچوں کی جسمانی صحت بھی اچھی ہوجاتی تھی اور وہ خالص عربی زبان بھی سیکھ جاتے تھے اور اسی لیے گاؤں کی عورتیں اکثر شہروں میں شیر خوار بچے لینے کے لیے جایا کرتی تھیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ میں (طائف) سے بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ کو چلی۔ اس سال قحط تھا، میری گود میں ایک بچہ تھا مگر (فقروفاقہ کی وجہ سے) اتنا دودھ نہ تھا جو اس کو کافی ہوسکے۔ رات بھر وہ بھوک سے تڑپتا تھا اور ہم اس کی وجہ سے بیٹھ کر رات گزارتے تھے۔

ایک اونٹنی بھی ہمارے پاس تھی مگر اس کو بھی دودھ نہ تھا۔ مکہ کے سفر میں جس دراز گوش پر سوار تھی وہ بھی اس قدر لاغر تھا کہ سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا۔ ہمراہی بھی اس سے تنگ آرہے تھے۔ بالآخر مشکل سے یہ سفر طے ہوا۔ مکہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو عورت دیکھتی تھی اور یہ سنتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یتیم ہیں تو کوئی قبول نہ کرتی (کیونکہ زیادہ انعام واکرام کی توقع نہ تھی) ادھر حلیمہ کی قسمت کا ستارہ چمک رہا تھا، ان کے دوھ کی کمی ان کے لیے رحمت بن گئی کیونکہ دوھ کم دیکھ کر کسی نے ان کو اپنا بچہ دینا گوارانہ کیا۔ حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر سے کہا

کہ یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ خالی ہاتھ واپس ہوں۔ خالی ہاتھ سے بہتر ہے کہ اس یتیم کو لے چلوں۔ شوہر نے نے منظور کرلیا اور یہ اس دریتیم کو لے آئیں جس سے آمنہ اور حلیمہ کے گھر میں نہیں بلکہ مشرق و مغرب میں اجالا ہونے والا تھا۔

خدا کا فضل تھا کہ حلیمہ کی قسمت جاگی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی گود میں آ گئے۔ فرودگاہ پر لا کر دودھ پلانے بیٹھی تو برکات کا ظہور شروع ہو گیا۔ اس قدر دودھ اترا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی نے بھی خوب سیر ہو کر پیا اور آرام سے سو گئے۔ ادھر اونٹنی کو دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے لبریز تھے۔ (حلیمہ فرماتی ہیں کہ) میرے شوہر نے اس کا دودھ نکالا اور ہم سب نے سیر ہو کر پیا اور رات بھر آرام سے گزاری۔ مدتوں بعد یہ پہلی رات تھی کہ ہم اطمینان کے ساتھ رات بھر کو سوئے۔ اب تو میرا شوہر بھی کہنے لگا کہ حلیمہ تم تو بڑا ہی مبارک بچہ لائی ہو۔ میں نے کہا کہ مجھے بھی یہی توقع ہے کہ یہ نہایت مبارک لڑکا ہے۔ اس کے بعد ہم مکہ سے روانہ ہوئے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لیے اسی دراز گوش پر سوار ہوئی مگر اس مرتبہ خدا کی قدرت کا یہ تماشا دیکھتی ہوں کہ اب تو وہ اتنا تیز چلتا ہے کہ کسی کی سواری اس کی گرد کو نہیں پہنچتی۔ میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ یہ وہی ہے جس پر تم آئی تھیں۔

الغرض راستہ قطع ہوا، ہم گھر پہنچے وہاں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ تمام دودھ کے جانور دودھ سے خالی تھے لیکن میرا گھر میں داخل ہونا تھا اور میری بکریوں کا دودھ سے بھرنا۔ اب روز میری بکریاں دودھ سے بھری آتی ہیں اور کسی کو اپنے جانوروں میں ایک قطرہ دودھ نہیں ملتا۔ میری قوم کے لوگوں نے اپنے چرواہوں سے کہا کہ تم بھی اپنے جانور اسی جگہ چراؤ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں مگر وہاں تو چراگاہ اور جنگل کی خصوصیت نہ تھی بلکہ کسی اور ہی لعل کی خاطر منظور تھی اس کو وہ لوگ کہاں سے لاتے؟ چنانچہ ایک ہی جگہ چرنے کے بعد ان کے جانور دودھ سے خالی اور میری بکریاں بھری ہوئی آتی تھیں۔ اسی طرح ہم برابر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات کا مشاہدہ کرتے رہے یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دودھ چھڑا دیا۔ (سیرت ص 25 تا 28)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا کلام:

حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دودھ چھڑایا تو یہ کلمات مبارک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری ہوئے: "اللہ اکبر کبیرا و الحمد للہ حمدًا کثیرًا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا" اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا کلام تھا۔ (اخرجہ البیہقی عن عباس کذا فی الخصائص ج، 1، ص 55)

حلیمہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نشو ونما اور سب بچوں سے اچھا تھا کہ دو سال ہی میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے۔ اب ہم حسب قاعدہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی والدہ کے پاس لائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ اتفاقاً اس سال مکہ میں طاعون پھیل رہا تھا ہم وبا کا بہانہ کر کے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ واپس لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس رہے، باہر نکلتے اور لڑکوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے تھے مگر خود علیحدہ رہتے تھے۔ ایک روز مجھ سے فرمانے لگے کہ میرے دوسرے بھائی دن بھر نظر نہیں آتے، وہ کہاں رہتے ہیں؟ میں نے کہا بکریاں چرانے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ان کے ساتھ بھیجا کرو اور اس کے بعد اپنے رضاعی بھائی (عبداللہ) کے ساتھ جایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ دونوں مواشی میں پھر رہے تھے کہ عبداللہ دوڑتے اور ہانپتے ہوئے گھر پہنچے اور اپنے باپ سے کہاں کہ میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کر دیا۔ میں ان کو اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ ہم دونوں گھبرائے ہوئے جنگل کو دوڑے، دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہیں مگر رنگ (خوف سے) متغیر ہے۔ میں نے پوچھا کہ بیٹا کیا بات ہے؟ فرمایا دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور پیٹ چاک کر کے اس میں سے کچھ ڈھونڈ کر نکالا، معلوم نہیں کیا تھا۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر لائے۔

اس کے بعد میں آپ کو ایک کاہن کے پاس لے گئی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سینہ پر اٹھالیا اور چلانا شروع کر دیا کہ اے آل عرب دوڑو! جو بلا تم پر عنقریب پہنچنے والی تھی اس کو دفع کرو، جس کی صورت یہ ہے کہ اس لڑکے کو قتل کر دو اور اگر تم نے اسے چھوڑ دیا تو یاد رکھو کہ یہ تمہارے دین کو مٹا دے گا اور ایسے مذہب کی طرف تمہیں دعوت دے گا جو تم نے اب تک کبھی نہیں سنا۔ حلیمہ یہ سن کر جھنجھلا اٹھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بدبخت کے ہاتھ سے کھینچ لیا اور کہا کہ تو دیوانہ ہو گیا ہے۔ تجھے خود اپنے دماغ کا علاج کرانا چاہیے۔ حلیمہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر گھر آئیں لیکن اس دوسرے واقعہ نے ان کو اس پر آمادہ کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد کر دیں کیونکہ حلیمہ کماحقہ تحفظ نہ کر سکتی تھیں۔

جب مکہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی والدہ شریفہ کے سپرد کیا تو انہوں نے حلیمہ سے پوچھا کہ باوجود خواہش کر کے واپس لے جانے کے اس قدر جلد واپس لے آنے کی کیا وجہ ہے؟ اصرار کے بعد حلیمہ کو تمام واقعہ عرض کر دینا پڑا۔ انہوں نے سن کر فرمایا کہ بیشک میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے اور پھر ایام حمل اور وقت ولادت کے تمام حیرت انگیز واقعات سنائے۔ (سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کہاں ہند میں وہ بہارِ مدینہ!

کہاں ہند میں وہ بہارِ مدینہ بس اب میں ہوں اور یادگارِ مدینہ
مرا دل ہے اک اختصارِ مدینہ کہ اس میں بسا ہے دیارِ مدینہ
زہے عزت و افتخارِ مدینہ شہِ دو جہاں تاجدارِ مدینہ
کریں کچھ یونہی شوق دل اپنا پورا کریں آؤ ذکرِ دیارِ مدینہ
وہ ہر سو کھجوروں کی دل کش بہاریں وہ کہسار، وہ سبزہ زارِ مدینہ
وہ مسجد وہ روضہ وہ جنت کا ٹکڑا خوشا منظرِ پُر بہارِ مدینہ
نگینہ زمرد کا ہے سبز گنبد اور انگشتری کوہسارِ مدینہ
وہ دن حاصلِ زندگی ہیں جو گزرے بآغوشِ لیل و نہارِ مدینہ
کہاں جی لگے میرا باغِ جہاں میں ہے آنکھوں میں میری بہارِ مدینہ
میسر ہے ہر وقت مجھ کو زیارت میں ہوں محوِ یادِ مزارِ مدینہ
کہیں جاؤں طیبہ ہی پیشِ نظر ہے مجھے کل جہاں ہے جوارِ مدینہ
ادھر دیکھ ادھر اے مری چشمِ حسرت میں دل میں لیے ہوں بہارِ مدینہ
وہاں سے میں حُبِّ نبی دل میں لایا یہی تحفہ ہے یادگارِ مدینہ

میسر ہو پھر اس کی یارب زیارت
کہ مجذوبؔ ہے اشکبارِ مدینہ

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ

بعثت نبوی

انسانیت کی صبح صادق

مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

انسانیت کی صبح صادق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت اپنی عمر کے چالیس سال پورے کیے، اس وقت دنیا آگ کی ایک خندق کے بالکل کنارے بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ لبِ بام کھڑی تھی۔ پوری نسلِ انسانی تیزی کے ساتھ خودکشی کے راستہ پر گامزن تھی، یہ وہ نازک وقت تھا جب انسانیت کی صبح صادق طلوع ہوئی۔ محروم و بدنصیب دنیا کی قسمت جاگی اور بعثتِ محمدی کا مبارک وقت قریب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی سنت بھی یہی ہے کہ جب تاریکی بہت بڑھ جاتی ہے اور قلوب سخت اور مردہ ہونے لگتے ہیں تو اس کی رحمت کا کوئی جاں نواز جھونکا چلتا ہے اور انسانیت کے خزاں رسیدہ چمن میں پھر بہار آجاتی ہے۔

دنیا میں اس وقت جس جہالت اور جاہلیت کی حکمرانی تھی، خرافات واوہام اور شرک و بت پرستی کی وبا عام تھی، اس کو دیکھ کر آپ کی بے چینی خالق کائنات اور خالق ارض وسماوات کی ہدایات اور اس کے احکام کا انتظار انتہا تک پہنچ چکا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی غیبی طاقت اور غیبی آواز آپ کو چلا رہی ہے اور آپ کی رہنمائی کررہی ہے اور اس بڑے منصب کے لیے آپ کو تیار کررہی ہے۔

اس زمانہ میں تنہائی اور خلوت پسندی آپ کا شیوہ اور معمول بن گئی تھی۔ اور آپ کو سب سے علیحدہ ہوکر تنہا بیٹھنے سے بڑا سکون ملتا تھا۔ آپ مکہ سے بہت دور نکل جاتے یہاں تک کہ شہر کے مکانات بھی آپ کی نظروں سے

ابوجہل ہوجاتے۔ آپ مکہ کی گھاٹیوں اور اندر کی وادیوں سے گزرتے تو شجر و حجر سے آواز آتی کہ: "السلام علیک یارسول اللہ" آپ اپنے داہنے بائیں اور پیچھے مڑکر دیکھتے تو درختوں یا پتھروں کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔

غار حراء میں:

آپ زیادہ تر غار حراء میں قیام فرماتے اور متواتر کئی کئی راتیں وہاں گزرتیں۔ اس کا انتظام پہلے سے آپ کر لیتے تھے۔ یہاں آپ ابراہیمی طریقہ پر اور فطرتِ سلیم کی رہنمائی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے۔

بعثت مبارکہ:

اسی طرح آپ ایک بار غار حراء میں تشریف فرما تھے کہ منصب نبوت سے آپ کو سرفراز کرنے کی مبارک ساعت آپہنچی۔ یہ 17 رمضان آپ کی ولادت کے اکتالیسویں سال کا واقعہ ہے (مطابق 6 اگست 610ء) جو حالت بیداری اور شعور کی حالت میں پیش آیا۔ آپ کے سامنے غار حراء میں فرشتہ آیا اور کہا کہ پڑھیے! آپ نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اس نے مجھے پکڑ کر دبایا یہاں تک کہ میں نے اس کی تکلیف محسوس کی پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھیے! میں نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے پھر مجھے پکڑا اور اتنی زور سے لپٹایا کہ مجھ پر اس کا سخت دباؤ پڑا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھیے! میں نے کہا میں پڑھا نہیں ہوں۔ اس نے پھر مجھے پکڑ کر دوبارہ اسی طرح دبایا اور کہا:

"اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (1) خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ (2) اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (3) الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (4) عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (5)" [سورہ علق]

(اے محمد!) اپنے پردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے عالم کو پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔

حضرت خدیجہ کے گھر میں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عجیب واقعہ سے خوف زدہ ہوگئے۔ اس لیے کہ ایسا نہ کبھی آپ کے ساتھ پیش آیا تھا اور نہ آپ نے اس طرح کی بات کبھی سنی تھی۔ نبوت اور انبیاء علیہم السلام کے عہد پر ایک طویل عرصہ گزر چکا تھا چنانچہ آپ کو اپنے لیے خطرہ محسوس ہوا اور آپ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ شدتِ خوف سے آپ کے شانہ مبارک

پر کپکپی جاری تھی۔ آپ نے پہنچتے ہی حضرت خدیجہ سے کہا کہ مجھے جلد اوڑھادو، مجھے جلد اوڑھادو، مجھے کچھ خطرہ محسوس ہورہاہے۔

حضرت خدیجہ نے آپ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے سارا ماجرا بیان کیا۔ وہ ایک عقلمند اور ذی شعور خاتون تھیں۔ نبوت، انبیاء اور فرشتوں کے بارے میں انہوں نے بہت کچھ سن رکھا تھا۔ وہ اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس (جنہوں نے عیسائیت قبول کرلی تھی، صحف سماویہ کا مطالعہ کیا تھا اور اہل توریت اور اہل انجیل سے ان کی نشست و برخاست تھی) کبھی کبھی جایا کرتی تھیں اور اہل مکہ کی نامناسب باتوں اور عادتوں کو پسند نہ کرتی تھیں جن کو فطرت سلیم اور ذہن مستقیم رکھنے والا کوئی شخص طبعاً پسند نہ کرے گا۔

وہ آپ کے رشتہ زوجیت، شب وروز کی رفاقت اور آپ کی ہر ظاہر و پوشیدہ چیز سے واقفیت نیز اس خصوصی اعتماد و تعلق کی وجہ سے جو ان کو حاصل تھا، رسول اللہ ﷺ کے اخلاق عالیہ سے سب سے زیادہ واقف تھیں۔ آپ کے شمائل و خصائل کو دیکھ کر ان کو اس کا پورا یقین ہوگیا تھا کہ اللہ تعالی کی تائید و توفیق ہر لمحہ آپ کے شامل حال ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے منتخب و مقبول بندے ہیں اور آپ کی سیرت بھی محبوب و پسندیدہ سیرت ہے اور جو شخص ایسے اخلاق اور ایسی سیرت اور ایسے اعلیٰ و پاکیزہ خصائل کا حامل ہوگا اس پر کسی شیطان یا جن اور آسیب کا اثر ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یہ بات اللہ تعالی کی حکمت اور رحمت و شفقت سے بعید اور اس کی سنتِ جاریہ کے منافی ہے۔ انہوں نے بڑے یقین و اعتماد کے لہجہ میں اور پوری قوت کے ساتھ کہا۔

ہرگز نہیں، خدا کی قسم اللہ تعالی آپ کو کبھی ذلیل و رسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی اور رشتہ داری کا پاس و لحاظ کرتے ہیں۔ دوسروں کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں۔ محتاجوں کے کام آتے ہیں۔ مہمان کی ضیافت و خاطر مدارات کرتے ہیں۔ راہِ حق کی تکلیفوں اور مصیبتوں میں مدد کرتے ہیں۔

ورقہ بن نوفل کی مجلس میں:

حضرت خدیجہ نے یہ بات عقل سلیم اور فطرت صحیحہ نیز اپنی زندگی کے تجربوں اور لوگوں سے واقفیت کی بنیاد پر کہی تھی لیکن یہ معاملہ بہت بڑا تھا۔ اور اس میں کسی ایسے شخص کے مشورہ کی ضرورت تھی جو مذاہب اور ان کی تاریخ، نبوت اور اس کے مزاج نیز اہل کتاب سے اچھی طرح واقف ہو جن کے پاس انبیاء کے واقعات اور ان کے علم کا کچھ اندوختہ موجود ہے۔

انہوں نے سوچا کہ اپنے عالم و فاضل چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے مدد لینی چاہیے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے کر ان کے پاس گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ورقہ کو پورا واقعہ سنایا۔ ورقہ نے سنتے ہی کہا: "قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ اس امت کے نبی ہیں اور آپ کے پاس وہی ناموسِ اکبر آیا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا اور ایک زمانہ آئے گا کہ آپ کی قوم آپ کو جھٹلائے گی اور ایذا پہنچائے گی، آپ کو نکالے گی اور آپ سے جنگ کرے گی۔" جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جملہ سنا کہ قوم آپ کو نکال دے گی تو آپ کو تعجب ہوا۔ اس لیے کہ آپ قریش میں اپنی حیثیت و مرتبہ سے واقف تھے، جانتے تھے کہ صادق و امین کہتے ان کی زبان نہ تھکتی تھی۔ آپ نے تعجب کے ساتھ پوچھا کہ کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے جواب دیا کہ: "ہاں! جب بھی کوئی وہ پیغام لے کر آیا جو آپ لائے ہیں تو لوگوں نے اس کی دشمنی پر کمر باندھ لی اور اس سے جنگ کی۔ یہ برابر ہوتا آیا ہے اگر مجھے وہ دن نصیب ہوگا اور میری زندگی وفا کرے گی تو میں آپ کی پوری قوت ساتھ مدد کروں گا۔"

❁❁❁

تاریخ کی پہلی نعت خواں

ضیاء الرحمٰن چترالی

حضرت شیماؓ کا نام سنتے ہی ایک پوری تاریخ نظروں میں گھومتی ہے، میرے لیے بے قابو اشکوں پر بند باندھنا ممکن نہیں رہتا۔ حضرت شیماؓ کو تاریخ کی پہلی نعت خواں خاتون ہونے کا اعزاز حاصل ہے، جو اس وقت بارگاہِ رسالت میں عقیدت کے پھول نچھار کرتی رہیں، جب سرورِ کونین فداہ ابی و اُمی سیدہ حلیمہؓ کی گود میں ایام رضاعت گزار رہے تھے۔ ان کے نعتیہ اشعار یا منظوم لوری کتب سیر میں یوں منقول ہے:

یا ربنا أبق لنا محمداً	اے پروردگار! محمد کو ہمارے لیے باقی رکھ،
حتی أَرَاهُ يَافِعًا وأَمْرَدَا	تاکہ میں اسے لڑکپن اور جوانی میں دیکھوں
ثُمَّ أَرَاهُ سَيِّدًا مُسَوَّدَا	پھر آقا اور سردار بھی دیکھوں
واكْبِتْ أَعَادِيهِ مَعًا وَالْحُسَّدَا	اس کے دشمنوں اور حاسدوں کو ایک ساتھ کچل دے
وَأَعْطِهِ عِزًا يَدُومُ أبدًا	اسے ایسی عزت دے جو ہمیشہ باقی رہے

ذرا اندازہ لگائیے کہ شیماؓ نے ان جذبات کا اظہار اس وقت کیا تھا، جب کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ مکہ کے درِ یتیم کی مستقبل میں کیا شان ہونے والی ہے۔ (الاستیعاب۔ البدایہ والنہایہ) صلی اللہ علیہ وسلم

نامِ نامی

دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

مولانا عبد المالک صدیقی

محمد ایک پیارا، حسین، قابلِ فخر، ہر دل عزیز، باعثِ خیر و برکت، پسندیدہ، دل ربا، ذخیرۂ حسن دو جہاں، عطر ریز، عنبر بار، دل کش، مقبول و پرکشش نام۔ ایک ایسا نام جو کسی کو نہ سوجھا، کسی پہ نہ جچا، کوئی اس کے قابل نہ تھا، سیدہ آمنہ کے حسین وخوبصورت، صاحبِ جمال وکمال بیٹے کی وجہ سے انسانیت تک اس نام کی رسائی ہوئی۔ اس نام کے نغموں کی کائنات میں گونج ہے، افقِ عالم میں اس کا چرچا وشہرت ہے، اس نام میں رحمت و اپنائیت ہے۔ عرب جو بدنظمی اور پراگندگی کے عادی تھے اسم محمد نے ان سب کو ایک دائرہ میں لاکر ایک سلسلہ میں منضبط کر دیا، ایک ہی لڑی میں پرودیا، پوری دنیا کے باشندوں کو رنگ ونسل، قوم وقبائل کے امتیاز کے بغیر یک راہ ویکجا کر دیا۔ عالم اسلام کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہر جگہ ہر مقام پہ یہ نام ایک قدرِ مشترک ہے، ہر کلمہ گو نامِ محمد سے وابستہ ہے۔ قوم ولسانیت کے اختلاف کے باوجود سب کے سب مسلمان اگر کسی بات پر متفق ہیں تو وہ نام محمد ہے۔

یہ نام عظیم قوت ہے۔ اس نام سے دشمنوں پر ہیبت ورعب ہے۔ یہ روشنی ہے، ایک ایسی روشنی جس نے جہالت وتاریکیوں کے سارے پردے چاک کر کے کائنات کو منور کر دیا۔ یہ نام نامِ عظمت ہے جس نے اپنے چاہنے والوں کو عظیم کر دیا۔ یہ نام بہت ہی ارفع وبلند ہے۔ یہ نام پاکیزہ ومقدس ہے جس کے دم سے دھرتی کفر و شرک سے پاک ہوگئی۔ سورج، چاند، ستارے، آسمان وزمین، فرشتے، جنات اور انسان سب اس نام کے گن

گاتے ہیں۔ اس نام سے کلیوں کا تبسم، پھولوں کا ترنم، دھرتی کی بقا و جگمگاہٹ، ہر شئی کی نقل و حرکت گویا کہ کائنات کا حسن، رنگ، رونق، خوشبو، تازگی سب کچھ اسی نام سے ہے۔ اسی عقیدت و محبت کا اظہار علامہ محمد اقبال مرحوم اشعار کی دنیا میں یوں کرتے ہیں۔

قوتِ عشق سے ہر پست و بالا کردے
دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کردے

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے محمد کا نام چھپایا گیا

جس طرح ہزار کفر و شرک کے باوجود بھی "اللہ" کا نام ذاتِ خداوندی کے لیے مخصوص رہا بعینہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نامِ محمد و احمد کو بھی چھپائے رکھا۔ کسی کو بھی نہ سوجھا کہ یہ نام بھی رکھا جائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا زمانہ قریب آیا کاہنوں، نجومیوں اور اہل کتاب نے نام و صفات کی وضاحت کے ساتھ آمد آمد کی بشارتیں دیں تو پھر لوگوں کی توجہ اس نام کی طرف گئی اور امید نبوت پر محمد و احمد نام رکھنا شروع کیے۔ چند گنے چنے ایسے اشخاص ملتے ہیں جن کا یہ نام رکھا گیا لیکن مشیتِ الٰہی دیکھیے کہ ان میں سے کسی نے بھی دعوائے نبوت نہ کیا۔ ان میں چند کے نام یہ ہیں:

محمد بن احیحة، محمد بن مسلمة الانصاری، محمد بن البراء البکری، محمد بن سفیان بن مجاشع، محمد بن حمران الجعفی، محمد بن خزاعی السلمی، محمد بن عدی، محمد بن یزید بن عمرو، محمد بن اسامة بن مالک۔

زصد ہزار محمد کہ در جہان آید
یکے بمنزلت و فضل مصطفیٰ نرسد

اس دنیا میں لاکھوں محمد آئے لیکن ان میں سے کوئی بھی مصطفیٰ ﷺ کے بلند مقام کو نہ چھو سکا۔

محمد بن عدی سے پوچھا گیا کہ آپ کا نام جاہلیت میں کیسے رکھا گیا؟ انہوں نے کہا کہ: میں نے بھی ایک دن جب اپنے والد سے یہی پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میں، سفیان بن مجاشع، یزید بن عمرو، اسامہ بن مالک شام گئے، وہاں ایک راہب نے آخری نبی کی آمد کا بتایا، ہم نے پوچھا اس کا نام کیا ہوگا؟ کہا: محمد (ﷺ) پھر ہم واپس آئے، ہم میں سے ہر ایک کے ہاں لڑکا ہوا، سب نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا۔

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کے لیے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
توڑ کر سلسلہ رسم سیاست کا فسوں
فقط اک نام محمد سے محبت کی ہے

نام رکھا گیا، محمد

دادا عبد المطلب ایک عجیب خواب دیکھتے ہیں۔ ان کی کمر سے نور کا ایک سلسلہ نکل رہا ہے جس کا ایک سرا زمین میں ہے اور دوسرا سرا آسمان میں، ایک مشرق میں ہے تو دوسرا مغرب میں پھر اس نور نے ایک درخت کی صورت اختیار کی جس کے ہر پتے پر نور چمک رہا تھا اور مشرق و مغرب کے لوگ اس درخت سے لگے ہوئے ہیں۔ معبرین نے خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ آپ کی نسل سے ایک بچہ پیدا ہوگا۔ مشرق و مغرب کے لوگ اس کی پیروی کریں گے، زمین و آسمان والے اس کی حمد و ثنا کریں گے۔

پوتا پیدا ہوا تو عبد المطلب نے اس کا نام محمد رکھا (ﷺ) مروجہ تمام ناموں سے مختلف، لہجے اور معنی میں الگ تھلگ، ایک خاص شان لیے یہ نام جس نے بھی سنا متعجب و حیران ہوا کہ کعبہ کے متولی عبد المطلب نے کعبہ میں رکھے ہوئے 360 خداؤں میں سے کسی کے ساتھ نسبت دینے کے بجائے اپنے پوتے کا ایک انوکھا و عجیب نام "محمد" رکھا ہے۔ کسی نے وجہ پوچھی، اے ابو الحرث! تم نے اس بچے کا نام محمد رکھا ہے حالانکہ یہ نام تمہارے باپ دادا میں سے کسی کا ہے اور نہ تمہاری قوم میں کسی کا!

عبد المطلب نے جواب میں کہا: "اردت ان یحمده الله فی السماء و تحمده الناس فی الارض" میں چاہتا ہوں کہ خالق کائنات آسمان میں ان کی تعریف کریں اور خلق خدا زمین میں ان کی مدح و ستائش کرے۔

وقت نے ثابت کر دیا کہ یہ نام واقعی اس ہستی کے لیے موزوں و مناسب تھا کیونکہ پھر ستائش و تعریف کرنے

والوں میں تعجب کرنے والے بھی شامل تھے۔

والدہ ماجدہ وسیدہ آمنہ کو بھی بتایا گیا کہ تمہارے شکم اطہر میں سید الامم ہیں۔ اس نومولود کا نام محمد رکھنا۔ دوسری روایت میں ہے کہ احمد رکھنا۔ (سیرت مصطفیٰ، سیرت حلبیہ)

گویا کہ محبوب کل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ روحی ونفسی وابی وامی) کا نام کسی فرد بشر نے نہیں رکھا بلکہ اس خلاصہ حیات کا نام مبارک خود خالق کائنات نے رکھا ہے۔ پھر اس خالق کل سے بشارت پا کر خویش واقارب، اصدقاء واحباء نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام محمد واحمد رکھ کر اپنے اذہان وقلوب کو مفرح کیا۔

مجھ کو تو اپنی جان سے بھی پیارا ہے ان کا نام
شب گر ہے حیات ستارا ہے ان کا نام
تنہائی کس طرح مجھے محصور کرسکے
جب میرے دل میں انجمن آراء ہے اُن کا نام
ہر شخص کے دکھوں کا مداوا ہے ان کی ذات
سب پاشکستگاں کا سہارا ہے ان کا نام
بے یاروں، بیکسوں کا اثاثہ ہے ان کی یاد
بے چارگانِ دہر کا چارا ہے ان کا نام
قرآن پاک ان پہ اتارا گیا ندیم
اور میں نے اپنے دل میں اتارا ہے ان کا نام

(اسم محمد)

بادشاہی میں فقیری

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ
انتخاب و عنوانات: فائق امینی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فقر و فاقہ، آپ کے زہد، آپ کے عُسرت و تنگی کے چند واقعات "خصائل نبوی اردو ترجمہ شمائل ترمذی" سے نقل کرتا ہوں۔

فقیرانہ ہیئت

1. حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپ پر دو پرانی لنگیاں تھیں۔ اس حدیث میں ایک طویل قصہ بھی ہے جس کو امام ترمذی نے اختصار کی وجہ سے ترک کر دیا۔ مشہور روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ آپ اس پرانے لباس میں غریبانہ نشست کے ساتھ تشریف فرماتے ایک کھجور کی ٹہنی آپ کے دست مبارک میں تھی۔ ایک شخص آئے اور آپ کی یہ فقیرانہ ہیئت دیکھ کر رعب کی وجہ سے کانپنے لگے۔ ارشاد فرمایا: سکون اختیار کرو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا تھا کہ ان کا تمام خوف جاتا رہا۔

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرانی دو چادریں پہننا تواضع کی وجہ سے تھا۔ اسی وجہ سے صوفیاء نے شکستگی کی حالت کو اختیار کیا ہے کہ یہ تواضع کی طرف لے جانے والی ہے اور تکبر سے دور کرنے والی ہے۔

شکم سیری سے گریز

2. مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی نہ روٹی سے شکم سیری فرمائی اور نہ گوشت سے مگر کسی مہمان کی آمد پر۔ اس لیے کہ آپ کا کھانے سے ہاتھ روک لینا سارے ہی مہمانوں کو ہاتھ

روکنے اور بھوکا اٹھ جانے پر مجبور کردیا کرتا تھا۔

روزی بقدر کفایت

3۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں تم لوگوں پر فقر و فاقہ سے نہیں ڈرتا بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا اس طرح پھیل جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر پھیل گئی تھی اور تم اس میں اسی طرح دل لگانے لگو جس طرح ان لوگوں نے دل لگایا اور یہ تم کو بھی اسی طرح ہلاک کردے جیسا کہ ان کو ہلاک کیا۔یہی وجہ ہے کہ ایک جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ! محمد کی اولاد کی روزی بقدر کفایت تجویز فرما۔

4۔حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کیا تم لوگ کھانے پینے میں اپنی مرضی کے موافق منہمک نہیں ہو؟ (اور جتنا دل چاہے تم لوگ نہیں کھاتے ہو؟) حالانکہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کے یہاں ردی کھجوریں بھی بقدر کفایت نہیں ہوتی تھیں۔

کھجور اور پانی پر گزارا

5۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کے یہاں ایک ایک ماہ ماہ تک آگ نہیں جلتی تھی صرف کھجور اور پانی پر گزارا تھا۔ایک دوسری حدیث میں ہے کہ دو مہینے کامل گزر جانے کے بعد تیسرے مہینے کا چاند نظر آجاتا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ جلانے کی نوبت تک نہ آتی تھی۔آگ نہ جلنے کا مطلب یہ ہے کہ پکانے کے لیے کوئی چیز ہوتی ہی نہ تھی جس کے لیے آگ جلانے کی ضرورت ہوتی۔علماء نے لکھا ہے کہ باوجود "خیبر اور حنین وغیرہ" کی غنیمتوں کے آپ کا یہ سارا فقر و فاقہ شروع زندگی سے آخر زندگی تک رہا ہے۔

تیل ہوتا تو کھا نہ لیتے!

6۔ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بکری کی ایک ٹانگ پیش کی۔رات کا وقت تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے اندھیرے ہی میں ٹکڑے کرنے لگیں۔کسی نے کہا چراغ نہیں ہے؟ فرمایا اگر چراغ میں جلانے کے لیے تیل ہوتا تو اس کو کھانے میں ہی استعمال نہ کرلیتے۔

پیٹ مبارک پر دو دو پتھر

7۔حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ پر بندھے ہوئے پتھر دکھلائے کہ شدت بھوک کی وجہ سے ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے دکھلائے کہ آپ کو شدتِ بھوک ہم سے زیادہ تھی اور

ہم سے زیادہ وقت گزر چکا تھا۔

شدتِ بھوک کے سبب

8۔ایک مرتبہ آپ بے وقت باہر تشریف لائے۔ اس وقت نہ تو حضور کی عادت شریفہ باہر آنے کی تھی اور نہ کوئی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوتا تھا۔ حضور کی تشریف آوری پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ حضور نے خلاف معمول آنے کا سبب پوچھا۔ عرض کیا کہ جمالِ جہاں آراء کی زیارت اور سلام کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ (یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمال تناسب کی وجہ سے تھا کہ حضور کو اگر خلافِ عادت باہر تشریف آوری کی نوبت آئی تو اس یک جان دو قالب پر بھی اس کا اثر ہوا۔ بندہ کے نزدیک یہی بڑی وجہ ہے دورِ نبوی کے ساتھ خلافتِ صدیقیہ کے اتصال کی) تھوڑی دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ آپ نے ان سے بھی بے وقت آنے کا سبب پوچھا۔ انہوں نے بھوک کی شدت کا ذکر کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ تو مجھے بھی محسوس ہو رہی ہے۔ (ان دونوں حضرات کے جوابات میں بھی فرقِ مراتب کا اظہار ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھوک کی شدت کا علاج بھی حضور کی زیارت کو سمجھا۔

یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے ظالم
بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کر صُورت تیری

علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بھوک کا اظہار اس وجہ سے نہیں کیا کہ (مُبادا حضور کو کُلفت ہو) کیونکہ دوست کی تکلیف اپنی تکلیف پر غالب ہو جاتی ہے۔

بھوک سے بے تابی

اس کے بعد یہ تینوں حضرات ابوالہیثم انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر گئے جو اہلِ ثروت لوگوں میں تھے اور عشاق میں سے تھے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ گھر والوں کے لیے پانی لینے گئے ہیں جو خادم نہ ہونے کی وجہ سے خود ہی لانا پڑتا تھا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ وہ بھی واپس آ گئے اور حضور کی زیارت سے مشرف ہو کر اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنے لگے اور زبانِ حال سے

ہم نشیں جب مرے ایّام بھلے آئیں گے
بن بلائے مرے گھر آپ چلے آئیں گے

پڑھتے ہوئے آپ کو لپٹ گئے اور باغ میں چلنے کی درخواست کی۔ وہاں پہنچ کر فرش بچھایا اور مہمانوں کو بٹھلا کر

ایک خوشہ جس میں کچی پکی اور گدری کھجوریں تھیں لاکر سامنے رکھ دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پکی پکی کیوں نہ چھانٹ لیں؟ عرض کیا کہ ہر شخص اپنی حسبِ رغبت نوش کرے۔ ان حضرات نے کھجوریں نوش فرما کر پانی پیا۔

احتسابِ نعم کی فکر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر لحظہ چونکہ تعلیمِ امت کے لیے وقف تھا اس لیے آپ نے کھجوریں اور پانی پینے کے بعد فرمایا: اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ بھی اس نعیم میں داخل ہے جس کا قیامت میں حساب ہوگا کہ ہماری نعمتوں کا کس درجہ شکر ادا کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اس آیت شریفہ کی طرف تھا "ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ"۔

درختوں کے پتے

9. حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ (صحابہ کرام) ابتداء اسلام میں ایسی حالت میں جہاد کیا کرتے تھے کہ ہمارے پاس کھانے کے لیے کوئی چیز نہ ہوتی تھی۔ درختوں کے پتے اور کیکر کی پھلیاں کھایا کرتے تھے جس کی وجہ سے ہمارے جبڑے زخمی ہو گئے تھے اور پتے کھانے کی وجہ سے پاخانہ میں بھی اونٹ اور بکریوں کی طرح مینگنیاں نکلا کرتی تھیں۔

ٹاٹ کی نرمی

10. حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہ کیا تھا؟ فرمایا: ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے حضور کے نیچے بچھا دیا کرتی تھی۔ ایک روز مجھے خیال آیا کہ اگر اس کو چوہرا کر کے بچھا دوں تو زیادہ نرم ہو جائے گا چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے صبح کو فرمایا کہ رات کو کچھ بچھا دیا تھا ؟ عرض کیا: وہی ٹاٹ تھا اس کو چوہرا کر دیا تھا۔ فرمایا: اسے ویسا ہی رہنے دو جیسا پہلے تھا، اس کی نرمی رات کو اٹھنے نہیں دیتی۔

تین دن سے آگ نہیں جلی

11. حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نے ان سے کہا کہ صبر سے کام لو، خدا کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھرانے میں سات دن سے کوئی چیز نہیں ہے اور تین دن سے تو ہانڈی کے نیچے آگ بھی نہیں جلی اور خدا کی قسم! اگر میں اللہ تعالیٰ سے سوال کروں کہ "تِہَامَہ" کے سارے پہاڑوں کو سونا بنا دے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ضرور بنا دیں گے۔

(ذکر مبارک آقائے نامدار کا)

سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اخلاقِ کریمانہ کی چند جھلکیاں

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

حلم اور مسکین نوازی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آپ بحران (مقام کا نام ہے) کی چادر اوڑھے ہوئے تھے جس کے کنارے موٹے تھے۔ راستہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دیہاتی ملا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر پکڑ کر اس قدر سختی سے اپنی طرف کھینچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سینے کے قریب کھنچ کر آ گئے۔ میں نے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر کے کنارے نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن پر نشان ڈال دیا پھر اس دیہاتی نے کہا: اے محمد! اللہ کا وہ مال جو تیرے پاس ہے مجھے اس میں سے دلا۔ آپ اس طرف متوجہ ہوئے پھر ہنسے پھر آپ نے اس کو کچھ دیے جانے کا حکم دیا۔

بے مثال بردباری:

کہاں سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کہاں ایک جاہل، آداب سے ناآشنا دیہاتی! اور پھر یہ بے ادبی کہ زبان سے تو عرض نہیں کرتا اور پچھلی طرف چادر مبارک اس قدر شدید جھٹکا دے کر کھینچتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی چھاتی سے آ کر لگ جاتے ہیں اور اتنا شدید جھٹکا دیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک کے سخت کناروں کی رگڑ سے حضور کے کندھے پر نشان پڑ گئے۔ اس کے علاوہ یہ بے ادبی کہ روکھا نام یا محمد کہہ کر پکارتا ہے۔ اتنی شدید بے ادبی کرنے کے بعد امر کے لفظ سے مطالبہ کرتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص اپنے

ماتحت کو حکم دیتا ہے کہ مجھے وہ مال دلا جو تیرے پاس ہے۔ بے ادبی وہ اور مطالبہ یہ۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے دیکھ کر ہنس پڑے گویا چہرے پر رنجیدگی کا ذرا اثر بھی ظاہر نہیں ہونے دیا اور ایسے بے ادب گنوار کی شفقت سے فرمائش پوری کر دی۔

برادران اسلام! اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھیے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیے پھر فیصلہ کیجیے کہ ہم میں سے کتنے کھرے محمدی ہیں؟ اور کتنے جھوٹے ہیں اور کتنے اصلی محمدی ہیں؟ اور کتنے نقلی اور کتنے سچے محمدی ہیں؟ اور کتنے جھوٹے۔

بینظیر سخاوت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی بکریاں مانگیں کہ جو دو پہاڑوں کے درمیانی نالہ کو بھر دیں۔ آپ نے اس کو اتنی ہی بکریاں دے دیں پھر وہ شخص اپنی قوم میں آیا اور کہا اگر مسلمان ہو جاؤ تو خدا کی قسم محمد اتنا دیتے ہیں کہ پھر افلاس کا ڈر نہیں رہتا۔

کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی شخص اتنے مال سے محض حسبۃ للہ دستبردار ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! کیونکہ مال میں دنیا دار کی جان ہوتی ہے۔ یہ پیغمبر ہی کی شان ہو سکتی ہے کہ سب کچھ راہ خدا میں دے کر خالی ہاتھ محض اپنے اللہ تعالی پر بھروسہ کر کے مطمئن ہو کر بیٹھ جائے۔

دوسروں کی خاطر مشقت اٹھانا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تھے تو مدینہ کے (لوگوں کے) خادم اپنے برتن لے کر آ جاتے تھے جن میں پانی ہوتا تھا پھر جو برتن بھی لاتے تھے آپ اس میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے تھے پھر بعض اوقات سردی کی (موسم کی) صبح کو آپ کے پاس آتے پھر بھی ان پانی کے برتنوں میں ہاتھ ڈبو دیتے تھے۔

باوجود یہ کہ سردی کے موسم میں ٹھنڈے پانی میں ہاتھ ڈبونے سے کتنی تکلیف ہوتی ہوگی؟ اور یہ بھی پتا نہیں کہ وہ برتن کتنے ہوتے تھے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض خلق اللہ کے دل خوش کرنے کے لیے اپنی جان کو یہ تکلیف پہنچاتے تھے۔

امور خانہ میں ہاتھ بٹانا:

حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب میں کہا: گھر کے کام میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے یعنی اپنے گھر والوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور جب نماز کا وقت آجاتا تو نماز کو چلے جاتے۔

حاصل یہ ہے کہ باجود اس مقام اعلیٰ پر پہنچنے کے جس کے متعلق یہ کہا جائے تو صحیح ہوگا "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج میں کوئی تعلّی وتکبر نہیں ہے کہ اپنے گھر والوں کی کسی خدمت کو اپنے حق میں کسر شان سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ ایسے ہی حسن سلوک سے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔ ورنہ یاد رکھیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سن لیجیے: تم میں سے بھلا وہ آدمی ہے جو اپنے بال بچوں کے حق میں بھلا ہو۔ یعنی اپنے بال بچوں کے ساتھ جس کا حسن سلوک اچھا نہیں وہ شریف یا بھلا انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

ماتحتوں کو ملامت کرنے سے گریز:

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق اتنے بلند تھے کہ اگر خادم سے نقصان بھی ہوجاتا تو بھی اسے کچھ نہ کہتے بلکہ یوں فرماتے کہ جب کوئی بات ہونے والی ہوتی ہے تو ہوکر رہتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آٹھ سال عمر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی ہے اور دس سال تک آپ کی خدمت کرتا رہا ہوں لیکن آپ نے کبھی کسی چیز کے ضائع ہونے پر بھی مجھ کو ملامت نہیں کی اور آپ کے گھر والوں میں سے کوئی بھی اگر مجھ کو ملامت کرتا تو آپ فرما دیتے اس کو چھوڑ دو (ملامت نہ کرو) جب کوئی بات ہونے والی ہے ضرور ہوکر رہتی ہے۔

لوگوں کی غمی خوشی میں شرکت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات اس طرح بیان کرتے تھے کہ آپ بیمار پرسی کرتے، جنازہ کے ساتھ جاتے، غلام کی دعوت قبول فرمالیتے اور گدھے پر سوار ہوتے تھے۔ خیبر کے دن میں نے آپ کو ایک گدھے پر سوار دیکھا جس کی باگ کھجور کے پوست کی تھی۔

حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج میں نہ فخر تھا نہ کبر تھا نہ مغلوب الغضب تھے بلکہ تمام مسلمانوں کے ساتھ نشست وبرخاست رکھنا اور ان کی ہر ممکن خدمت کرنا یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام معمول تھا۔

❁❁❁

سرکار کی دنیا



زکی کیفی

طیبہ کی زمیں وہ میرے سرکار کی دنیا
دنیا سے نرالی ہے یہ انوار کی دنیا

ہر خار میں صد رنگ بہاروں کی لطافت
ہر ذرہ میں اک دولت بیدار کی دنیا

وہ روضہ اطہر پہ برستی ہوئی رحمت
آتی ہے نظر فطرت سرشار کی دنیا

کیا شان تکلم ہے کہ ہر جنبش لب سے
تخلیق ہوئی مستیٔ کردار کی دنیا

جنت ہے کہ تصویر تیرے حسن عمل کی
طوبیٰ ہے تیرے سایۂ دیوار کی دنیا

اس طرح کیا شیر وشکر حسن عمل کو
گفتار کی دنیا ہوئی کردار کی دنیا

سب پر ہے کرم ان کا برے ہوں کہ بھلے ہوں
جو پھول کی دنیا ہے، وہی خار کی دنیا

خورشید قیامت کی تپش آ نہیں سکتی
جنت ہے تیرے سایۂ دیوار کی دنیا

ہے رشک ارم آپ کے فیضان نظر سے
مجھ سے بھی خطا کار و گنہگار کی دنیا

فردوس کو بھی رشک ہے جس فرش زمیں پروہ ہے
میرے آقا میرے سرکار کی دنیا

توصیف کا حق کیا ہو ادا میری زباں سے
میں ذرۂ ناچیز، وہ انوار کی دنیا

یہ رب محمد سے دعا ہے میری کیفی
ہو عشق محمد میرے اشعار کی دنیا

الصادق و الامین

نبی اکرم کا سماجی کردار اور عادات و خصائل

مولانا محمد اسلم زاہد
انتخاب و تلخیص: عندلیب تبسم

یہ تو ہر ذی شعور جانتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب لوگوں کو یہ خوشخبری سنادی کہ میں اللہ کا رسول ہوں، ہر ایک کی نظر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار پر اور کان ان کی زبان مبارک سے نکلنے والی ہر بات کی طرف متوجہ ہو گئے لیکن کم لوگوں کو علم ہے کہ اس اعلان سے پہلے کی زندگی بھی مکہ والوں نے بنظرِ خاص دیکھی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ زندگی ان ہی خطوط پر استوار تھی جن پر ظہور اسلام کے اعلان کے بعد رہی۔ نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ عادات جسمانی، قولی، فعلی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انسانی امتیازات جو سب سے بڑے انسان کی بے داغ جوانی کی بنیادی علامتیں ہو سکتی ہیں اور جن کا تعلق، ماحول، گرد و پیش اور سماج سے ہے خصوصاً سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے القاب "الصادق والامین" کی ذیلی خاصیات کی سترہ شقیں خاصے کی چیز ہے۔

1. مردانہ صفات والے
2. خوبصورت عادات والے
3. بڑی عزت سے ملاقات کرنے والے
4. بہت اچھے ہمسایے
5. بردبار اور برداشت والے
6. سب سے بڑے امانت دار
7. سب سے زیادہ سچ بولنے والے
8. بے فائدہ باتوں سے دور رہنے والے
9. انسانوں کو اذیت دینے سے بچنے والے
10. سب سے زیادہ نرم طبیعت والے
11. سب سے زیادہ معافی کی عادت والے
12. سب سے زیادہ سخی

13. سب سے زیادہ نیک عمل والے
14. سب سے بڑھ کر وعدہ وفائی کرنے والے
15. سب سے زیادہ امانت دار
16. بہت اچھا جواب دینے والے
17. متنازعہ گفتگو سے پرہیز کرنے والے

مذکورہ بیان سے اندازہ ہوا کہ ان سترہ صفات کی حامل شخصیت کو عرب میں یکتائی کا درجہ حاصل تھا جس کی وجہ سے ہر شہری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس لقب سے یاد کرتا تھا۔ تورات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک "احید" (یکتا) بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سے سینکڑوں سال قبل اعلان کر دیا گیا کہ سب سے آخری پیغمبر ایسے ہوں گے کہ ان سے پہلے اور ان کے بعد کوئی شخص بھی ان جیسا اعلیٰ صفات کا حامل نہ ہوگا اور یہ اعلان بعثت نبوت تک بھی جاری تھا، اسی لیے یہودیوں کو آمد مصطفیٰ کا انتظار تھا۔ (سورۃ البقرہ: 89 میں اہل کتاب کے انتظار کا ذکر ہے)

"الامین" یہ کوئی خاندانی لقب نہ تھا اور نہ ہی وحی الٰہی اور کشف و کرامات کے ذریعہ کوئی پیش گوئی اس کی محرک تھی۔ کسی نجومی نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "الامین" قرار نہیں دیا تھا بلکہ اس قومی اعزاز کے پیچھے، شرافت و نجابت، خدمتِ خلق، حیا و پاکدامنی، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پہ مہربانی، اصول تجارت اور باہمی معاملات کے عہد و پیمان کی پاسداری جیسے وہ اخلاقی جواہر تھے جو کسی بھی جوان میں ہوں تو وہ ملک و ملت کی آنکھ کا تارہ ہوتا ہے۔ ہمارے عظیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت امانت حضرت جبرئیل علیہ السلام سمیت سب فرشتوں اور انسانوں سے بڑھی ہوئی تھی۔ امین کا قوی اور معزز ہونا ضروری ہے۔ قرآن کریم نے "الامین" حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرار دے کر اس امانت کے لوازم کا بیان بھی کیا ہے، فرمایا:

"ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین"۔ (التکویر: 21،20)

جو قوت والا ہے جس کا عرش والے کے پاس بڑا رتبہ ہے، وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے، وہ امانت دار ہے۔

اس قرآنی انداز سے معلوم ہوا کہ امین ہونے کے لیے قوت اور رعب و دبدبہ بھی ضروری ہے کہ کوئی طاقت ور انسان اپنی نخوت کے بل بوتے پر امین کو خیانت پر مجبور نہ کر سکے اور نہ اسے بے بس کر کے خود خیانت کا مرتکب ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو من جانب اللہ ایک طاقت ور احترام سے نوازا گیا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیصلے کرواتی اور انہیں نافذ العمل قرار دیتی تھی۔ یہ "مطاع" یعنی لائق اتباع اور ذی القوۃ ہونے کی بین دلیل قبل از اسلام قائم ہو چکی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطاع ہونے کا مظہر وہ واقعہ بھی

ہے جو حجر اسود کو اس جگہ پہ رکھنے کا پیش آیا کہ ہر ایک نے ان کے فیصلے کو تسلیم کر لیا۔ اس کے علاوہ بھی نبی علیہ السلام کے فیصلوں کے متعدد واقعات ہیں۔ (شفاء: 1 / 499) اس آیت کی روشنی میں حضور ﷺ نے فرمایا: میں زمین و آسمان میں امین ہوں۔ (الخصائص الکبریٰ:2 / 321)

سیدنا محمد کریم علیہ الصلوٰت والتسلیم کو اپنی قوم اور جزیرۃ العرب کے اندر نو عمری ہی میں بزرگی کا مرتبہ حاصل ہو گیا تھا اور آپ ﷺ کے علم و فضل، عقل مندی، سنجیدگی اور دانشوری کو تسلیم کیا گیا جس طرح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو جوانی میں ان کی علمی و عملی پختگی، اصابت رائے اور نیکی کی وجہ سے "فتی الکھول" (نوجوان بزرگ) کا لقب دیا تھا۔ اہل مکہ نے حضرت محمد کریم ﷺ کو عظیم انسان تسلیم کیا۔ آپ ﷺ کا وجود مقدس اس سرزمین پر ان تمام خوبیوں کا جامع تھا جو سب لائق ترین انسانوں میں ہو سکتی ہیں۔ اس لیے مشکل حالات میں وہ حضور ﷺ سے دعائیں کرواتے تھے۔ (للبیہقی: 1 / 85)

حضرت محمد ﷺ کے ہر قول میں صداقتِ رائے کا رنگ نمایاں نظر آتا۔ مشورے کی بات ہوتی تو آپ ﷺ دور بینی اور حق پسندی کا بلند مینار ثابت ہوتے۔ اہل شہر میں معروف تھا کہ آپ ﷺ کو قدرت نے حسن فراست، پختگی فکر اور وسیلہ و مقصد کی درستگی کا وافر حصہ عطا کیا تھا۔ کبھی دیکھا جاتا کہ آپ دیر تک خاموش بیٹھے ہوئے مسلسل غور و فکر کے ساتھ تلاش حق میں متفکر ہیں۔ آپ ﷺ نے لوگوں کے صحیفہ حیات کا مطالعہ خداداد عقل شاداب کے ذریعے کیا۔ دیکھا کہ ان کا کون سا عمل فطرتِ انسانی، دین ابراہیمی اور حنیفیت کے مطابق ہے اور انہوں نے کہاں کہاں ٹھوکریں کھائیں ہیں؟ آپ ﷺ نے ان کے اچھے کاموں میں مدد فرمائی اور غیر فطری رسوم و رواج سے پرہیز کر کے نفرت کا اظہار کیا۔ بالآخر آپ ﷺ کی گوشہ نشینیاں، مہینوں پہ محیط طویل مناجاتیں اور خلوت کے نالے کام آئے اور چالیس سال بعد اللہ کے حکم سے لوگوں کو اسی راہ کی طرف بلانا شروع کیا جس پر آپ خود گامزن تھے۔

حضرت محمد ﷺ کے اس طرز عمل میں امت کے لیے ایک بڑا سبق ہے کہ وہ دین کی دعوت کو لے کر چلنے سے پہلے رستہ ہموار کریں۔ اللہ کی طرف بلانے کا کام ایسا نہیں ہے کہ جہاں اور جس وقت چاہیں کر دیا جائے۔

اپنی دعوت کو مؤثر کرنے کے لیے علم، حلم، خدمتِ خلق اور جاں پرسوز کی ضرورت ہوتی ہے، اسے شروع کرنے سے پہلے اسوہ حبیب کے اس دور کا بار بار مطالعہ بے حد ضروری ہے جس میں سیدنا محمد انور و اجمل ﷺ نے اپنے اخلاق عالیہ کے ذریعے ان افراد کے دلوں کو ہاتھ میں لیا جن کو صفا پہاڑی پہ کھڑے ہو کر دارین کی کامرانی کا سبق دینا تھا۔

(حضرت محمد ﷺ کا عہد شباب)

رحمۃ للعالمین

حافظ محمد احسن نواز
کیونگ پوک نیشنل یونیورسٹی، ڈیگو، جنوبی کوریا

لفظ رحمت رَحِمَ یرحَمُ سے مصدر ہے اور لطف وعنایات اور محبت وشفقت کی تمام صورتیں اس میں داخل ہیں۔ خالقِ لم یزل کی جملہ صفات میں سے یہ ایک صفت ایسی منفرد ہے جس کے اظہار کے لیے دو الفاظ "رحمٰن، رحیم" ذکر فرمائے گئے۔ اللہ سبحانہ وتقدس کس قدر رحیم ہیں؟ اس کے اظہار کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کا حوالہ کافی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رحمت کے سو حصے فرمائے اور اس میں صرف ایک حصہ جن و انس، حیوانات اور حشرات الارض کو ودیعت فرمایا جس سے وہ ایک دوسرے پر شفقت اور رحم کرتے ہیں، اسی سے وحشی جانور اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ننانوے (99) حصے بچا رکھی ہیں جن سے قیامت کے دن وہ اپنے بندوں پر رحم فرمائیں گے۔

جس طرح خالقِ کائنات کی رحمتوں کا کوئی حساب اور اندازہ لگانا ممکن نہیں اسی طرح اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی رحمتوں سے نوازنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ مفسرین نے آیت کریمہ "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ" کی ترکیب پر غور کرنے کے بعد یہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ عالی رحمت ہی رحمت ہے اور آپ کی بعثت کا مقصد رحمت کے سوا اور کچھ نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت اور مزاج کا خمیر رحمت، محبت، شفقت، لطف وکرم اور جود وسخا جیسی عظیم صفات سے تیار کیا گیا تھا۔ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر کی گئی تمام تر عنایات اللہ پاک کی خصوصی نظر رحمت ہی کا نتیجہ تھیں۔

حضور ﷺ کا تمام مخلوقات میں برتر ہونا، سید الانبیاء اور امام الانبیاء ہونا، لواءُ الحمد (تحمید کا جھنڈا) کا قیامت کے دن آپ کے دست مبارک میں ہونا اور تمام لوگوں کا حشر اس جھنڈے تلے کیا جانا، آپ کے جنت میں داخلے سے قبل مخلوق میں سے کسی پر بھی جنت کا حرام ہونا اور آپ کی امت کے جنت میں داخلے سے قبل جنت کا تمام امتوں پر حرام ہونا، مقام محمود کی سرفرازی اور سربلندی سے بہرہ ور ہونے سمیت ان گنت ایسی شرافتیں اور اعزازات ہیں جو صرف اور صرف آپ ﷺ کی ذات عالی صفات کے ساتھ مخصوص ہیں۔

غور طلب بات مگر یہ ہے کہ کلامِ پاک میں بطور خاص رحمت الٰہی سے منسوب کر کے کسی شرف و منزلت یا خصوصیت کا ذکر نہیں فرمایا گیا سوائے ایک کے۔ جی ہاں ایک ہی خصوصیت ایسی ہے کہ جس کا تذکرہ رب ذوالجلال نے بالخصوص اپنی رحمت و عطا کے نتیجے کے طور پر فرمایا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ... الایة (یہ اللہ پاک کی رحمت ہی تھی جس کی بدولت آپ اُن (لوگوں) کے لیے نرم مزاج رہے اور اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو سب آپ کے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہو جاتے۔ (آل عمران)

لہجے میں نرمی و ملاحت، طبیعت میں شفقت و مہربانی اور مزاج میں رحم دلی جیسی عظیم صفات نے جہاں اپنوں کے دل جیت لیے وہاں غیروں کو بھی اپنا گرویدہ بنالیا۔ مالکِ دو جہاں نے پہلے "ادفع باللتی ھی احسن... الآیة (بدی کا دفاع ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو، نتیجہ یہ ہوگا کہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی وہ دیکھتے ہی دیکھتے ایسا ہو جائے گا جیسا کہ تمہارا جگری دوست ہو۔ حم السجدة: 34) کی بہترین نصیحت فرما کر تربیت فرمائی اور جب یہ وصف اوجِ کمال کو پہنچا تو پھر "انک لعلیٰ خلق عظیم" (بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہیں۔ القلم: 4) کی اعلیٰ وارفع سند سے نواز دیا۔

پھر چشمِ عالم نے اس کا نظارہ کبھی تو طائف کی گلیوں میں لہولہان ہوئے بدن کے ساتھ پتھر مارنے والوں کے لیے دعائے ہدایت کرتے ہوئے دیکھا تو کبھی احد کے میدان میں دندان مبارک شہید کروا کر بے ہوشی طاری ہونے کے بعد بھی دشمنوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہوئے پایا۔ اہلِ مکہ جو ہر لحظہ حضور اقدس ﷺ اور اہلِ ایمان کے درپے ہوئے رہے اور جن کے مظالم سے تنگ آ کر حضور کی ذاتِ اقدس کو مکہ چھوڑنا پڑا جبکہ جاتے وقت اشک بار تھے اور بار بار مڑ کر مکہ کو دیکھتے اور فرماتے جاتے:

"ما اطیبک من بلد و احبک الی، و لو لا ان قومی اخرجونی منک ما سکنت غیرک"
(تو کتنا پاکیزہ شہر ہے اور مجھے کتنا محبوب ہے، اگر میری قوم تجھ سے نکلنے پر مجبور نہ کر دیتی تو میں تیرے سوا کہیں اور سکونت اختیار نہ کرتا)

پھر جب مکہ فتح ہوا اور مظالم ڈھانے والے اور جابجا مشقتوں اور مصیبتوں کی داستانیں رقم کرنے والے جب مجرموں کی طرح سر جھکائے اپنے انجام کے منتظر کھڑے پائے گئے تو رحمتِ عالم ﷺ کی **"لاتثریب علیکم الیوم"** (آج کے دن پر تم لوگوں پر کوئی عتاب وملامت نہیں) کی صدا نے ان کے کانوں میں ایسا رس گھولا کہ ان میں سے کوئی بھی ایمان لائے بنا نہ رہ سکا۔

رحمت اللعالمین چونکہ تمام مخلوقات کے لیے رحمت تھے لہٰذا جانوروں اور چرند پرند یہاں تک کہ حشرات الارض نے بھی آپ کی رحمت بے کراں سے فیض پایا۔ اونٹ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آکر بلبلاتا ہے تو سراپائے رحمت اس کے مالک کو بلا کر اس کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہنے اور اس کے حقوق کا خیال رکھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ قافلے والے ایک جگہ چیونٹیوں کے بل کے اوپر آگ جلاتے ہیں تو حضور ﷺ کی شفیق ذات ان پر اس وجہ سے برہم ہوتی ہے کہ انہوں نے اللہ پاک کی تسبیح کرنے والی مخلوق کو جلا دیا نیز ان کو اس بات پر بھی تنبیہ فرماتے ہیں کہ خالق کائنات کے ماسوا کسی کو شایاں نہیں کہ کسی مخلوق کو آگ کا عذاب دے۔

اسی طرح جانوروں کی خوراک کا خیال رکھنے، ان پر ان کی بساط سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنے اور ان کو آپس میں لڑانے سے ممانعت جیسے زریں اصول اور احکامات ہی اس بات کی دلیل ہیں کہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات تمام مخلوقات کے لیے سراپا رحمت تھی۔ اسی رحمت کی انفرادی صفت کی بدولت بروز حشر حضور اپنی امت کے لیے شفاعت فرمائیں گے۔ اللہ سبحانہ وتقدس ہمیں بھی ان خوش نصیبوں کی صف میں شامل فرما دیں، آمین!

وَ أَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ   ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

وہ سفید و روشن چہرے والے جن کے صدقے بادل یتیموں، بیواؤں اور بے چاروں پر ابرِ رحمت برساتے ہیں۔

اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد!



حضورِ اکرم ﷺ کی پیشین گوئیاں

مرسلہ: امین الحسنات، کراچی

ویسے تو نبی اکرم ﷺ نے بہت ساری پیشین گوئیاں فرمائیں جن میں سے کچھ پوری ہو چکیں اور کچھ ابھی باقی ہیں تاہم یہاں ان میں سے جو مشہور ہیں وہ ذکر کی جاتی ہیں:

پیشین گوئی نمبر 1

غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کھودتے ہوئے ایک سخت چٹان حائل ہوگئی جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کو توڑنے سے عاجز آگئے اور چٹان باوجود کوشش کے نہ ٹوٹ سکی تو حضور ﷺ سے درخواست کی گئی۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے تین ضربیں لگائیں ہر ضرب پر چٹان سے روشنی پھوٹتی۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے شام، فارس اور یمن کی فتح کی پیشین گوئی فرمائی جو ہو بہو پوری ہوئی۔

پیشین گوئی نمبر 2

بخاری شریف میں ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج کے بعد قریش ہم پر حملہ آور نہیں ہوں گے بلکہ ہم ہی ان پر غالب ہوں گے۔ چنانچہ اُس کے بعد ایسا ہی ہوا۔

پیشین گوئی نمبر 3

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ خواب سے مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا کہ اس وقت خواب میں میری امت کے کچھ لوگ تخت شاہی پر بادشاہوں کی طرح بیٹھے ہوئے دکھائے گئے یہ بحر اخضر میں جہاد کے لیے اپنے جہاز ڈالیں گے یہ بشارت سب سے پہلے امیر معاویہ کے عہد میں پوری ہوئی اور دمشق کی سرزمین پر اسلام میں سب سے پہلے تخت شاہی بچھایا گیا۔ دمشق کا شہزادہ اپنی سپہ سالاری میں مسلمانوں کا پہلا لشکر لے کر بحر اخضر میں جہازوں کے بیڑے ڈالتا ہے اور دریا عبور کر کے قسطنطنیہ فتح کرتا ہے جس کی بشارت حضور ﷺ نے دی۔

پیشین گوئی نمبر 4

مسند امام احمد میں ہے کہ بیت المقدس اسلام کا دوسرا قبلہ ہے اور اس کی تولیت (انتظام، انصرام واہتمام) امت محمدیہ کا حق ہے حضور ﷺ نے اس کی تولیت کی بشارت دی جو کہ حضرت عمرؓ کے دور میں پوری ہوئی۔

پیشین گوئی نمبر 5

صحیحین میں حضور ﷺ نے خلفاء راشدین کی بشارت دی اور خلافت راشدہ کی مدت بھی بتا دی چنانچہ ارشاد فرمایا خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پیشین گوئی نمبر 6

مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کے حق میں فرمایا کہ یہ شخص فتنہ کا قفل ہے یعنی جب تک عمرؓ زندہ رہیں گے فتنہ بھی مقید اور بند رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عمرؓ کے وقت تک مسلمانوں میں کوئی فتنہ اور فساد رونما نہیں ہوا جب وہ شہید ہو گئے تو فتنے کا تالا کھل گیا۔

پیشین گوئی نمبر 7

شرح المواہب میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت حسنؓ کو لے کر منبر پر چڑھے پھر فرمایا کہ میرے اس فرزند کے ذریعے سے خدا مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرا دے گا یہ پیشین گوئی حضرت علی کی شہادت کے 6 ماہ بعد پوری ہوئی اور طرفداران علی اور حامیان معاویہ کے درمیان چند شرائط پر صلح ہوگئی۔

پیشین گوئی نمبر 8

شرح بخاری شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حسینؓ کی شہادت کی خبر دی ایک دن آپ ﷺ حضرت حسینؓ کو چوم رہے تھے اور آنکھوں سے اشک رواں تھے۔ فرمایا کہ میرے اس بیٹے کو میری امت کے لوگ شہید کریں گے۔

پیشین گوئی نمبر 9

سنن ابی داؤد اور مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آ سکتی جب تک حجاز میں ایک ایسی آگ نہ نکلے جس کی روشنی بصرہ کی اونٹوں کی گردنوں کو روشن نہ کر دے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ آگ ہمارے زمانہ میں 654 ہجری میں مدینہ میں ظاہر ہوئی۔

پیشین گوئی نمبر 10

آپ ﷺ نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں عورتیں تجارت میں اپنے مردوں کا ہاتھ بٹایا کریں گی جو کہ آج کل واضح ہوگیا ہے۔

پیشین گوئی نمبر 11

بخاری شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے سود کی کثرت کا فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں کوئی ایسا نہیں ہوگا جو سود نہ کھائے اگر برائے راست نہیں کھائے گا تو اس کا غبار یا دھواں اڑ کر اس تک ضرور پہنچے گا آج بعینہ وہی زمانہ ہے آج کل تمام سرمایہ کاری میں سود یا اس کے اثرات شامل ہو رہے ہیں۔

۞۞۞

سرِ فاراں چمکا تھا جو خورشیدِ جہاں ہوکر

ادا کیسے کریں اور کس زباں سے شکر ہم تیرا
کہ تو نے اس نبی کی ہم کو امت میں کیا پیدا

وہ کملی اوڑھنے والا فقیری پہ جو نازاں تھا
گدا تھے جس کے کوچے کے سکندر قیصر و کسریٰ

گدائی جس کے گھر کی بادشاہی سے بھی بہتر تھی
زمیں جس شاہ کے کوچہ کی رشکِ قصرِ قیصر تھی

رسل نے امتی ہونے کی جس کے آرزو کی ہو
لقب محبوب دے کر حق نے جس کی آبرو کی ہو

قدم بوسی کی جس کے آسماں نے آرزو کی ہو
بلا کر عرش پہ جس سے خدا نے گفتگو کی ہو

وہ شاہِ دو جہاں لولاک کی پوشاک تھی جس کی
فقیر ایسا کہ ادنیٰ ملک ہفت افلاک تھی جس کی

سرِ فاراں چمکا تھا جو خورشیدِ جہاں ہوکر
بتائی راہ جس نے رہنمائے گمرہاں ہوکر

گیا تھا عرشِ اعظم پر جو حق کا میہماں ہوکر
شرف پایا تھا جس نے انبیاء میں آسماں ہوکر

رہی شیدا چمن پر جس کے فصلِ بے خزاں برسوں
قدم چوما کیا جس کی زمیں کے آسماں برسوں

حکیم الاسلام قاری محمد طیب

خوش طبعی

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظرافت کی چند جھلکیاں

خلیل الرحمٰن ربانی | ایم اے اردو پنجاب یونیورسٹی

مزاح، ظرافت اور خوش طبعی ایک فطری عمل ہے۔ انسان اگر بہت سنجیدہ رہے تو دل کی سختی کا خطرہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں، سختی اور ترش روئی کے باعث کوئی بھی قریب نہیں آتا۔ اگر قرآن مجید کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو رب العزت نے انسانی معاشرے میں موجود ربط اور تعلقات توڑنے والی چیزوں، دونوں کو خوب واضح کر کے بیان فرمایا ہے۔ قرآن مجید کے چوتھے پارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب سے تو ان کے لیے نرم ہو گیا، اگر تو تندخو، سخت دل ہوتا تو البتہ تیرے گرد سے بھاگ جاتے، پس انھیں معاف کر دے اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور کام میں ان سے مشورہ لیا کر۔''

اس آیتِ مبارکہ میں کس احسن انداز میں واضح فرمایا گیا کہ تعلقات میں تنگی اور مزاج میں سختی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے معاشرے سے دور کر دے گی۔ اس کے توڑ کے طور پر اسلام نے معافی تلافی کے ساتھ ساتھ خوش طبعی اور ہنسی مزاح کو روا رکھا ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں اس کا واضح ثبوت بھی ہے۔ چنانچہ، متعدد احادیث مبارکہ میں اس کا بیان موجود ہے۔

ایک حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ ایک شخص نے خدمت اقدس میں آ کر سواری کی درخواست کی، تو

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''میں اونٹنی کا بچہ دوں گا۔'' وہ شخص ناراض ہونے لگا کیوں اس پر سواری نہیں کی جاسکتی۔عرض کیا یارسول اللہ! میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کوئی اونٹ ایسا بھی ہوتا ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو!'' (شمائل ترمذی)۔

ایک مرتبہ ایک بڑھیا خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: ''یارسول اللہ! میرے لیے دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ مجھے جنت نصیب فرمائیں۔''

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔'' یہ فرما کر آپ علیہ السلام نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ بڑھیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ سن کر زاروقطار رونے لگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوکر واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! جب سے آپ نے عرض کیا ہے کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، یہ عورت اس وقت سے رو رہی ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اسے کہہ دو کہ بوڑھی عورتیں جنت میں جائیں گی مگر جوان ہوکر۔''

زاہر بن حرام رضی اللہ عنہ جو اکثر آپ علیہ السلام کو تحائف بھیجا کرتے تھے۔ ایک روز وہ بازار میں خرید وفروخت میں مگن تھے کہ اتفاق سے رسول انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے گزرے تو انہیں دیکھ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چپکے سے پیچھے سے جا کر ان کو گود میں اٹھالیا اور آواز لگائی کہ ''اس غلام کو کون خریدتا ہے؟''

زاہر نے کہا: ''کون ہے، چھوڑ دو مجھے!'' مڑ کر دیکھا تو حضور علیہ السلام تھے۔ حضرت زاہرؓ نے کہا: ''یارسول اللہ! مجھ جیسے غلام کو جو خریدے گا نقصان اٹھائے گا۔''

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم اللہ تعالیٰ کی نظر میں ناکارہ نہیں ہو۔''

ایک مرتبہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں کھجوریں کھائی گئیں۔ آپ علیہ السلام نے از راہ مزاح گٹھلیاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیں اور فرمایا: ''ساری کھجوریں تم کھا گئے۔''

حضرت علیؓ نے بھی ترکی بترکی جواب دیتے ہوئے کہا: ''میں نے تو گٹھلیاں سمیت نہیں کھائیں (جبکہ آپ تو گٹھلیاں بھی ساتھ کھا چکے ہیں)۔'' (متفق علیہ)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام ہمارے ساتھ میل جول رکھا کرتے تھے، یہاں تک کہ میرے ایک چھوٹے بھائی سے کہا کرتے تھے۔ ''اے ابوعمیر! تمہارے نُغیر کا کیا ہوا۔'' عمیر کی ایک بلبل تھی جس سے وہ کھیلا کرتے تھے، وہ گم ہوگئی تھی۔

حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپ ہمیشہ خوش طبعی فرماتے ہیں۔''

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''میں جو بھی بات کرتا ہوں وہ سچی ہوتی ہے، یعنی مزاح میں بھی جھوٹی یا خلاف واقعہ بات نہیں کرتا۔'' (رواہ الترمذی)

ایک انصاری صحابیہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جلدی سے اپنے خاوند کے پاس جاؤ اس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔''

وہ گھبرا کر خاوند کے پاس پہنچی تو خاوند نے پوچھا: ''کیا مصیبت ہے، اس قدر کیوں گھبرائی ہوئی ہو؟''

اس نے کہا کہ ''آپ ﷺ نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارے شوہر کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔''

اس نے کہا: ''ہاں! سفیدی ہے مگر سیاہی بھی تو ہے۔'' تب انہیں اندازہ ہوا کہ یہ مزاح تھا اور تب ہنس کر خوشی بھی ہوئی اور فخر بھی محسوس کیا کہ آپ ﷺ مجھ سے اس قدر بے تکلف ہوگئے کہ مجھ سے مزاح فرمایا۔ (لطائفِ علمیہ)

جب جناب رسول اللہ ﷺ مزاح فرمایا کرتے تھے تو آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بھی یہ وصف موجود تھا۔ چنانچہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ علیہ السلام سے مزاح فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مالک بن اشجعی سے مروی ہے کہ غزوۂ تبوک کے دوران میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ علیہ السلام چمڑے کے خیمے میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا۔ فرمایا کہ اندر آجاؤ (مزاح کے طور پر) عرض کیا: یارسول اللہ کیا پورا داخل ہوجاؤں؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ہاں پورے داخل ہوجاؤ، چنانچہ میں داخل ہوگیا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈالے اس طرح چلے جارہے تھے کہ حضرت علیؓ بیچ میں اور باقی دونوں حضرات دائیں بائیں، حضرت علیؓ ان

دونوں کے مقابلے میں ذرا سا قد میں چھوٹے تھے۔

حضرت عمرؓ نے مزاحاً فرمایا: 'علی بیننا کالنون فی لنا

'علی ہمارے درمیان اس طرح ہیں جیسے ''لنا'' میں ''ن''۔ کیوں کہ نون ''لنا'' کے لام اور الف کے درمیان ذرا سا نیچے معلوم ہوتا ہے، گویا کہ یہ بتانا مقصد تھا کہ حضرت علیؓ پستہ قد ہیں۔

اس پر حضرت علیؓ نے بھی مزاحاً کمال کا جواب دیا، فرمایا: لو لا کنت بینکما لکنتما لا۔

'اگر میں تمہارے درمیان نہ ہوتا تو تم ''لا'' (کچھ نہیں) ہو جاتے۔' کیوں کہ ''لنا'' کے درمیان سے نون ہٹانے کی صورت میں کچھ بھی نہیں رہتا۔

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ سے کون ناواقف ہوگا؟ چہار دانگ عالم آپ کے علم و تصوف کا ڈنکا بجا ہے۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ کو بہت قیمتی چینی آئینہ ہدیہ میں دیا۔ حضرت اس میں کبھی کبھار اپنا چہرہ مبارک دیکھا کرتے تھے۔ کچھ دنوں بعد وہ خادم کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا، اسے بڑا ہی ڈر ہوا کہ حضرت عتاب فرمائیں گے تو خادم نے خود ہی عرض کیا کہ: حضرت از قضاء آئینہ چینی شکست (قضاء الٰہی سے چینی آئینہ ٹوٹ گیا ہے)

حضرت نے جواباً فرمایا: خوب شد اسباب خود بینی شکست (بہت اچھا ہوا کہ خود بینی کا ذریعہ اور سبب ٹوٹ گیا)

سبحان اللہ! یہ تھے ہمارے وہ اسلاف جن کی اتباع ہمارے لیے باعثِ نجات ہے مگر ہم نے ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی نہیں کی جس کی وجہ سے ہم زوال کا شکار ہیں! شریعتِ مطہرہ کی ان تعلیمات پر آج ہر ایک مسلمان کو عمل پیرا ہونا چاہیے تھا یا کم از کم اس مقدس تعلیم سے آگاہی حاصل کر کے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تھی مگر انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے معاشرے میں ایسا نہیں ہے۔ ہم مزاح میں حدود پامال کر جاتے ہیں اور غیبت و بہتان جیسے گناہ کبیرہ تک کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔

قرآن مجید کی سورۂ حجرات میں واضح احکامات موجود ہیں کہ تم میں سے کوئی کسی کا مذاق نہ اڑائے کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ آپ سے بہتر ہو۔ باہمی خوش طبعی و مزاح سیرتِ نبوی کا ایک اہم حصہ ہے مگر اس کے لیے سب سے ضروری پہلو یہ ہے کہ ہمارا مزاح کسی کی تکلیف کا باعث نہ بنے۔ آیے! عزم کریں مزاح اور ظرافت کو زندگی کا حصہ بنائیں گے مگر کسی کو تکلیف نہیں دیں گے۔

رؤیت رسول

خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارتِ مبارکہ

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ
عنوانات: فائق امینی

زیارت رسول ایک بڑی نعمت

جو شخص حالت بیداری میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہیں ہو سکا، اس کے لیے خواب میں زیارت ہو جانا تسلی کا سامان اور بہت بڑی دولت اور عظیم الشان نعمت ہے۔ لیکن بندے کو اس میں کچھ دخل نہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں اس نعمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ سعادت اپنی طاقت اور زورِ بازو سے حاصل نہیں ہوتی، یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاصل ہوتی ہے۔

عدم زیارت پر دل گرفتہ نہ ہوں

ہزاروں لوگ دل میں یہ حسرت لیے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ کثرتِ درود شریف، سنت کی مکمل اتباع اور محبت کے غلبہ کی وجہ سے اکثر یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے لیکن چوں کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں اس لیے اس کے نہ ہونے سے دل گرفتہ اور غمگین نہیں ہونا چاہیے۔ بعض لوگوں کے لیے اسی میں رحمت اور بہتری ہوتی ہے۔ عاشق کو تو ہر حال میں محبوب کی رضا کا طلبگار رہنا چاہیے، چاہے وصال ہو یا فراق۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اريد وصاله و يريد هجری
فاترک ما اريد لما يريد

میں تو اپنے محبوب کی ملاقات کا طالب ہوں مگر وہ مجھ سے ملنا نہیں چاہتا، سو میں اپنی چاہت کو اس کی چاہت پر قربان کرتا ہوں۔

عارف شیرازی فرماتے ہیں۔

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے

وصال و ہجر کیا چیز ہے؟ اصل مطلوب تو دوست کی خوشی ہے۔ اس پر افسوس ہے کہ دوست سے دوست کے علاوہ کسی چیز کی تمنا کی جائے۔

بنا اطاعت زیارت ناکافی ہے

یہ بات سمجھنی چاہیے کہ اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی نعمت حاصل بھی ہو جائے لیکن اطاعت کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا حاصل نہ کی جائے تو یہ (زیارت بھی) ناکافی ہے کیوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں کافی لوگ ایسے تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت تو کی لیکن اطاعت نہیں کی اور کئی حضرات ایسے بھی تھے کہ جن کو اگرچہ بظاہر (آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی) زیارت کی نعمت تو نصیب نہیں ہوئی لیکن (اطاعت کی وجہ سے) معنوی طور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب تھے۔

شیطان میری صورت نہیں اپنا سکتا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو اس نے مجھے ہی دیکھا کیوں کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعتاً مجھ ہی کو دیکھا۔ (بخاری، مسلم)

فائدہ: ان دونوں حدیثوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ مشکوٰۃ کے حاشیہ میں سید رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس مسئلے میں دو قول نقل کیے گئے ہیں کہ اگر خواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت حلیہ مبارکہ کے مطابق نہ دیکھے اور اسے دل سے یقین ہو کہ یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں تو آیا کیا یہ دیکھنا بھی صحیح ہے یا نہیں؟ جو علماء اسے صحیح فرماتے ہیں ان

کے نزدیک آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت مبارکہ کے بدلنے کی وجہ یا تو یہ ہے کہ اس دیکھنے والے میں کمی ہے جیسے اگر شیشے پر گرد پڑی ہو تو اس میں صاف چہرہ بھی گرد آلود دکھائی دیتا ہے یا بعض شیشوں میں شکل ٹیڑھی نظر آتی ہے جو شیشے کی خرابی ہے۔ یا یہ ہے کہ وہ صورت حقیقت میں روح مقدسہ کی مثال ہے اور مثال کا اصل صورت کے مطابق ہونا ضروری نہیں۔ علامہ مازنی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو صحیح کہا ہے اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی ارشاد ہے۔ واللہ اعلم

زیارت رسول حسن خاتمہ کی بشارت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص خواب میں میری زیارت کرے وہ حالت بیداری میں بھی مجھے دیکھے گا۔ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔ (بخاری، مسلم)

فائدہ: اس حدیث میں اس شخص کے لیے حسن خاتمہ کی بشارت ہے جو خواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو۔ چنانچہ بزرگان دین نے اس خواب کی یہی تعبیر دی ہے کہ اس (خواب دیکھنے والے شخص) کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کہ "وہ مجھے حالت بیداری میں دیکھے گا" کا یہی مطلب ہے کہ آخرت میں اسے میرا قرب حاصل ہوگا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس طرح اچھے اعمال کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان میں ایمان اور تقویٰ موجود ہو، اسی طرح خواب میں زیارت بھی حقیقی معنی میں تبھی بشارت بنے گی جب اس کے ساتھ ایمان اور تقویٰ ہوگا۔

خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا حکم

تنبیہ: اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب میں کچھ ارشاد فرمائیں تو اگر وہ کام جائز ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اگر ناجائز کام ہو تو خواب دیکھنے والے کی غلطی سمجھی جائے گی۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جب عمل کرنے کے لیے کام جائز ہونا شرط ہے تو اس میں خواب کا کیا اثر یا فائدہ ظاہر ہوا؟ وہ کام تو پہلے ہی جائز تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس شخص کے حق میں خواب سے اس کام کی اور زیادہ تائید ہوجائے گی۔ واللہ اعلم

(نشر الطیب)

اشیاء الرسول

مرسلہ: ابوحاشر مہمند

اشیاء الرسول اوران کے اسماء

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی کہ آپ اپنی چیزوں کا نام رکھ دیا کرتے تھے زاد المعاد میں علامہ ابن قیمؒ نے ان میں سے بہت سی چیزوں کے نام شمار کرائے ہیں امام اہلِ سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقیؒ نے بھی "سیرۃ نبویہ" میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اشیاء مبارکہ کے اسماء بیان کیے ہیں، نیز دوسرے سیرت نگار علماء نے بھی اس ضمن میں کام کیا ہے۔ انہیں کتب سیرت ومضامین سیرت سے مندرجہ ذیل اشیاء کے اسماء کا ذکر پیش کیا جارہا ہے۔

(۱) عمامہ شریف کا نام سحاب تھا۔

(۲) دو پیالے لکڑی اور پتھر کے تھے ایک کا نام ریان اوردوسرے کا نام مضیّب تھا۔

(۳) آبخورہ تھا جس کا نام صادِر تھا۔

(۴) خیمہ تھا جس کا نام رِکی تھا۔

(۵) آئینہ تھا جس کا نام مُدِلہ تھا۔

(۶) قینچی تھی جس کا نام جامع تھا۔

(۷) جوتی مبارکہ تھی جس کا نام ممشوق تھا۔

(۸) ایک زمانہ میں آپ کے پاس دس گھوڑے تھے۔"سکب" نامی گھوڑے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ اُحد میں سوار تھے ایک گھوڑے کا نام لزاز تھا، جس کو شاہ اسکندریہ مقوقش نے ہدیۃً بھیجا تھا، باقی گھوڑوں کے نام یہ ہیں:

ظرب، ورد، ضریس، ملاوح، سبحہ، بحر۔

(۹) تین خچر تھے ایک کا نام دُلدل تھا حبشہ کے بادشاہ نے بھیجا تھا آپ نبوت کے بعد اسی پر پہلے پہل سوار ہوئے آپ کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت حسن و حضرت حسینؓ اس پر سوار ہوتے تھے ان کے بعد محمد بن حنفیہ کے پاس رہا، دوسرے خچر کا نام فِضّہ تھا جس کو صدیقِ اکبرؓ نے ہدیہ کیا تھا۔ تیسرے کا نام اِیلیہ تھا شاہِ ایلہ نے ہدیہ بھیجا تھا۔

(۱۰) ایک گدھا تھا جس کا نام یعفور تھا۔

(۱۱) سواری کی دو اونٹنیاں تھیں ایک کا نام قصواء اور دوسری کا نام عضباء تھا، ہجرت کے وقت آپ قصواء پر سوار تھے اور حجۃ الوداع کا خطبہ بھی اسی پر سوار ہو کے دیا تھا۔

(۱۲) دو بکریاں خاص دودھ کے لیے تھیں ایک کا نام غوثہ اور دوسری کا نام یمن تھا۔

(۱۳) ایک سفید رنگ کا مرغ بھی تھا جس کا نام "منقول" تھا۔

(۱۴) کل نو تلواریں تھیں۔ ذوالفقار نام کی تلوار غزوۂ بدر کے مال غنیمت میں ملی تھی باقی تلواروں کے نام یہ تھے: قلعی، تبار، قسف، مجذم، رسوب، عضب، قضیب۔

(۱۵) چار نیزے تھے ایک کا نام ان میں سے "شوے" تھا اور بیضاء نام کا ایک بڑا حربہ تھا۔ (جو نیزے سے چھوٹا ہوتا ہے)

(۱۶) عرجون نام کی خمدار لاٹھی تھی، چار کمانیں تھیں ایک کا نام "کتوم" تھا۔

(۱۷) ترکش کا نام "کافور" اور ڈھال کا نام "زلوق" تھا۔

(۱۸) ایک خود تھا اس کا نام "ذوالسبوع" تھا۔

مدح سرکار بزبانِ اغیار

والفضل ما شہدت بہ الاعداء

محمد عشارب، متعلم معہد الخلیل الاسلامی

اس ذات مقدس کو تعریف وتوصیف کی کیا ضرورت؟ جس کی مدح خود رب کائنات نے کی ہو، جس کی مدح میں ملاء اعلیٰ کے مکین رطب اللسان ہوں! پھر بھی رب تعالیٰ انسانوں کو تاجدار کائنات، محبوب کل جہاں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف کی ہدایت دیتے ہیں۔ انسانوں کے اس عمل سے نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں کچھ اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی ان کے اس عمل کے ترک کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبہ میں کچھ کمی واقع ہوتی ہے بلکہ یہ عمل خود انسانوں کے لیے باعث رحمت وثواب بن جاتا ہے اور وہی اس سے مستفید ہوتا ہے۔ جیسے سورج کا روشن ہونا اگر چہ کسی دلیل کا محتاج نہیں تاہم جو شخص یہ تسلیم کر لیتا ہے دنیا کی نظر میں وہ سلیم العقل قرار پاتا ہے ورنہ اہل دنیا اسے فاتر العقل قرار دے دیتے ہیں۔ عرب وعجم کے اس آفتاب کے کیا کہنے! جس کی تشریف آوری سے بزم کونین کا چپہ چپہ روشن ہو گیا۔ اب اگر کوئی اس روشنی کا منکر ہو تو یہ اس کا اپنا نقص مانا جائے گا آفتاب کا قطعاً نہیں۔

ممدوح کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثناء میں صرف ذی روح ہی نہیں بلکہ غیر ذی روح بھی شامل ہیں۔ اپنے تو اپنے غیر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے لمحہ لمحہ کی تعریف پر مجبور ہیں۔ جنہوں نے اپنی پوری زندگی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت میں بسر کی وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کے سوا کوئی چارہ نہیں پاتے۔ مکہ میں صادق اور امین کا لقب دینے والے جانی دشمن ہی تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف سے خود کو روک نہیں پاتے تھے۔

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثناء کا سلسلہ نہ کبھی رکا ہے اور نہ ہی کبھی رکے گا۔ رب تعالی نے "ورفعنا لک ذکرک" کا اعزاز دے کر آپ کی مدح کو وہ دوام بخشا جو کہ جنت میں بھی جاری رہے گا۔ کبھی اپنے اور کبھی اغیار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں اپنے الفاظ کو جلا بخشتے رہیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کے منکر، آپ کے لائے ہوئے پیغام سے منحرف بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے ہر پہلو کی تعریف وتوصیف کرتے رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سادگی سے سخاوت تک، کفار کے نرغوں سے فتوحات کے باب تک ہر ہر لمحہ کو مطالعہ کرنے کے بعد وہ اس نتیجہ کو پہنچے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات اقدس کا کوئی لمحہ نامکمل نہیں، کہیں بھی کسی کجی کا کمی کا امکان نہیں۔ ایمان مگر پھر بھی نہیں لائے کیونکہ ہدایت بخشنے والی ذات صرف ایک ہے اور وہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے یہ گوہر عطا کر دیتے ہیں اور جسے چاہیں محروم کر دیتے ہیں۔ اس کے کاموں میں کسی کو دخل دینے کی اجازت نہیں، نہ کسی ولی کو اور نہ نبی کو۔

بہر حال زیر نظر تحریر میں بطور نمونہ چند غیر مسلم دانشوروں کے تاثرات جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مختلف مواقع پر ظاہر کیے۔

معمولی لباس وغذا اور بے مثال اطاعت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت کبھی بھی تعیش کی طرف مائل نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی قسم کے آرام کو پسند نہ فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھریلو اسباب نہایت ہی معمولی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غذا جو کی روٹی تھی۔ لیکن دنیا میں کسی تاجپوش شہنشاہ کے احکام کی کبھی ایسی اطاعت نہیں کی گئی جیسی پیوند پوش حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گئی ہے۔ (تھامس کارلائل)

انبیاء کے خدا کی طرف بلانے والا

موسیٰؑ نے وجود خدا کا اعلان بنی اسرائیل کے سامنے کیا تھا۔ مسیحؑ نے رونیہ دنیا کے سامنے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کے قدیم ترین براعظم یعنی ایشیا کے سامنے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا کو ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے خدا کی پرستش کی طرف بلایا جسے آریاؤں اور چند دیگر مذہبی اقوام نے بت پرست بنا دیا تھا۔ (نپولین بوناپارٹ)

بنی نوع انسان کا محافظ

میں رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو ہمیشہ ہی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ یہ الزام قطعی بے بنیاد

کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیسائیوں کے دشمن تھے۔ میں نے اس حیرت انگیز شخصیت کی سوانح مبارک کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ میری رائے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے بنی نوع انسان کے محافظ تھے۔ (جارج برنارڈ شاہ)

قوم کی قسمت سدھارنے والا سچا مصلح

دنیا میں جتنے بھی انسان پیدا ہوئے ہیں ان میں سب سے زیادہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے اپنی قوم کی قسمت کو سدھارا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ریاکار اور نہ ہی جھوٹے بلکہ وہ بہت بے ریا، نہایت سچے اور پرجوش مصلح تھے۔ اوران پر بھی ویسی ہی سچی وحی آتی تھی جیسی عہد عتیق کے پیغمبروں کے پاس آتی رہی۔ (نکولس)

بانی قوم، بانی حکومت، بانی مذہب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح ایک مذہب کے پیشوا تھے اسی طرح ایک حکومت کے سب سے بڑے مدبر بھی۔ وہ قیصر اور پوپ کا مجموعہ تھے۔ ان کے پاس ذاتی محافظ نہ تھے، کوئی قلعہ یا محل نہ تھا تاہم ان کے ہاتھ میں ساری قوت تھی۔ خدا کی قدرت نے انہیں تین چیزوں کا بانی بنایا تھا۔ واحد قومیت، واحد حکومت اور واحد مذہب۔ وہ آخری وقت تک ایک ہی چیز توحید الٰہی کی دعوت دیتے رہے۔ (پروفیسر باسورتھ اسمتھ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذہب کامل

میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذہب اسلام میں پرہیزگاری، خداترسی ایسی کامل درجہ پر ہے جو دوسرے مذاہب میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ اور میں یہ بھی مانتا ہوں کہ اخلاق انسانی کی ترقی کا باعث صرف اسلام ہی ہوا ہے۔ (سرولیم مور)

نیک و معصوم نبی

میں نے اپنی تحقیقات میں کوئی ثبوت ایسا نہیں پایا جس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب کے دعویٰ رسالت میں شبہ ہو سکے۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس ذات پر (نعوذ باللہ) مکروفریب کا الزام لگایا جا سکے۔ شروع سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر نیک اور معصوم تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قوم نے "امین" کا خطاب دیا۔ (جارج سیل)

ثنائے حضور ہماری مجبوری

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات حمیدہ ایسی عجیب وغریب ہیں کہ ایک شخص ان کے کمال کا اندازہ لگانا چاہے تو سخت مشکل میں پڑجائے گا۔ بچوں کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ اپنے تبسم آمیز رویے سے بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے

ہیں۔ نہایت میٹھی زبان میں بڑے لوگوں سے گفتگو کر کے ان کو مسرور کرتے ہیں۔ نہایت صاف محبت، اعلیٰ درجہ کی سخاوت اور شجاعت مردانہ ہم کو مجبور کرتی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت و ثناء میں منہمک رہیں۔ (لین پول)

محمد کا ظہور بنی نوع انسان پر خدا کی رحمت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور بنی نوع انسان پر خدا کی ایک رحمت تھا۔ لوگ کتنا ہی انکار کریں مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصلاحات عظیمہ سے چشم پوشی ممکن نہیں۔ (مانگ تونگ، بدھ دھرم کے پیشوائے اعظم)

ایک روشن و چمک دار ستارہ

جس وقت تمام مغرب (یورپ) پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس وقت ایک روشن و چمکدار ستارہ مشرق کے آسمان پر چمکا۔ اس نے نہ صرف ساری دنیا کو روشن کر دیا بلکہ تمام مصیبت زدہ مخلوق کو راحت و آرام پہنچائی۔ اسلام ان مذاہب میں سے نہیں جو جھوٹے کہیں جاتے ہیں۔ (مہاتما گاندھی)

عظیم عقیدے کا پرچارک

وہ عظیم محض اس لیے نہیں کہ وہ ایک روحانی قوم کے پیشوا تھے۔ انہوں نے ایک عظیم ملت کو جنم دیا اور ایک عظیم سلطنت قائم فرمائی بلکہ اس سے بڑھ کر ایک عظیم عقیدہ کا پرچار کیا۔ اس کے علاوہ وہ اس لیے بھی عظیم تھے کہ وہ اپنے آپ سے بھی مخلص اور وفادار تھے۔ اپنی قوم سے بھی مخلص تھے اور اپنے اللہ سے بھی مخلص اور وفادار تھے۔ (لیونارڈ)

محمد کا کوئی مقابلہ نہیں

اگر مقصد کی عظمت، وسائل کی قلت اور حیرت انگیز نتائج، ان تین باتوں کو انسانی غور وفکر کا معیار مانا جائے تو کون ہے جو تاریخ کی کسی قدیم یا جدید شخصیت کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل لانے کی ہمت کر سکے؟ لوگوں کو شہرت ہوئی کہ انہوں نے فوجیں بنا ڈالیں، قوانین وضع کیے اور سلطنتیں قائم کر ڈالیں لیکن غور طلب یہ ہے کہ انہوں نے حاصل کیا کیا؟ صرف مادی قوتوں کی کی جمع پونجی کی؟ وہ تو ان کی آنکھوں کے سامنے لٹ گئی۔ بس صرف یہی ایک آدمی ایسا ہے جس نے یہی نہیں کہ صرف فوجوں کو مرتب کیا، قوانین وضع کیے اور مملکتیں اور سلطنتیں قائم کیں بلکہ اس کی نگاہ بلند نے لاکھوں افراد ایسے پیدا کر دیے جو اس وقت دنیا کی ایک تہائی آبادی پر مشتمل ہیں۔ (لا مارٹن)

❁❁❁

خانوادۂ رسول اکرم

ازواج مطہرات | بنات مکرمات | ابناء معظم

اسماء بنت محمد اجمل

رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی جس طرح شرف وفضیلت کے بلند مرتبے پر فائز ہے اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات کو بھی اللہ تعالیٰ نے بلند رتبے سے نوازا ہے۔ آپ ﷺ نے تعلیمی، دینی، معاشرتی اور سیاستی مصالح کی بنا پر متعدد شادیاں کیں۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے متعدد نکاح اس وقت کیے جب آپ ﷺ کی عمر مبارک 50 سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سوا آپ ﷺ نے جن خواتین سے بھی نکاح کیے وہ تمام کی تمام بیوہ اور بڑی عمر کی تھیں۔

ازواج مطہرات

حضرت خدیجہؓ

ازواج مطہرات میں سے حضرت خدیجہؓ وہ پہلی خاتون ہیں جنہیں حرم نبوت میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جب تک حیات رہیں آپ ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ نکاح کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک 25 برس جبکہ حضرت خدیجہؓ کی 40 سال تھی۔ آپ ﷺ کی چاروں بیٹیاں اور ابراہیمؓ کے علاوہ دونوں بیٹے آپ ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ سن 10 نبوی میں 65 سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت سودہؓ

حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ نے سن 10 نبوی کو 50 سال کی عمر میں حضرت سودہ بنت زمعہ سے شادی کی جب حبشہ میں ان کے شوہر کا انتقال ہوا۔ آپ قریش کی ایک شاخ عامر بن لوی سے تعلق رکھتی تھیں۔ سخاوت اور فیاضی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ باختلاف روایات حضرت عمر فاروقؓ

کے عہد خلافت کے دوران سن 22 ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت عائشہؓ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن گیارہ نبوی میں حضرت صدیق اکبرؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا اور سن ایک ہجری میں ان کی رخصتی ہوئی۔ رخصتی کے وقت ان کی عمر 7 برس تھی۔ تمام ازواج مطہرات میں یہی ایک کنواری تھی۔ آپ علم وفقاہت کے بلند مرتبے پر فائز تھے۔ بڑے بڑے صحابہ مسائل میں آپ کی طرف رجوع فرماتے۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نو برس گزارے۔ حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت میں 66 برس کی عمر پا کر 57 یا 58 ہجری میں آپ دنیا سے رخصت ہوئیں۔

حضرت حفصہؓ

سن 3 ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ سے شادی کی۔ انہوں نے اپنے پہلے شوہر کے ساتھ حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ ان کے شوہر غزوہ احد میں زخمی ہو گئے جو زخموں کی تاب نہ لا کر چل بسے تھے۔ سن 45 ہجری میں میں آپ نے مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔

حضرت زینب بنت خزیمہؓ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینبؓ کے تیسرے شوہر کے انتقال کے بعد ان سے ۳ ہجری میں نکاح کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت ۵۶ سال تھی۔ سرور دو عالم کے عقد نکاح میں آنے کے بعد آپ صرف تین ماہ کا عرصہ گزار کر انتقال کر گئیں۔ سخاوت اور فیاضی میں بے مثال تھی۔ غریبوں کی اس قدر امداد کیا کرتی تھیں کہ ان کا لقب ہی امّ المساکین (مسکینوں کی ماں) پڑ گیا تھا۔

حضرت ام سلمہؓ

جنگ احد ہی میں زخمی حضرت ابو سلمہؓ کی وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بیوہ حضرت ام سلمہ سے سن 3 ہجری میں نکاح فرمایا۔ نکاح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر 56 برس اور حضرت ام سلمہؓ کی عمر 65 سال تھی۔ سن 58 یا 61 ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ حبشہ اور مدینہ دونوں کی طرف ہجرت کی تھی۔ علمی اعتبار سے حضرت عائشہ کے بعد آپ کا نمبر آتا تھا۔

حضرت زینب بنت جحشؓ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے 58 سال کی عمر میں سن 5 ہجری میں حضرت زینب کے ساتھ نکاح فرمایا۔ حضرت زینب بنت جحشؓ آپ کی پھوپھی زاد تھیں۔ ان کا پہلا نکاح آپ کے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ سے ہوا تاہم دونوں کے تعلقات خوشگوار نہ ہو سکے جس پر انہوں نے طلاق دے دی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد میں آیا۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں سن 20 ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت جویریہؓ

سن 5 ہجری میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت

جویریہ سے نکاح فرمایا جو غزوہ مریسیع میں مسلمانوں کے ہاتھ آنے والے قیدیوں میں شامل تھیں۔ حضرت جویریہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھیں۔ مال غنیمت کی تقسیم میں ثابت بن قیسؓ کے حصے میں آئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نے رقم دے کر آزاد کروایا۔ جب صحابہ کرام نے یہ سنا تو سارے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ حضرت جویریہؓ کا انتقال ۵۰ ہجری میں ہوا۔

حضرت صفیہؓ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن 7 ہجری میں حضرت صفیہ سے نکاح فرمایا۔ وہ یہود کے قبیلہ بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھی جو غزوہ خیبر کی قیدیوں میں شامل تھیں۔ ان کے باپ، بھائی اور ان کے شوہر کو جنگ میں قتل کر دیا گیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اختیار دیا۔ حضرت صفیہؓ اپنے خاندان کے لوگوں میں واپسی کے بجائے اسلام قبول کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کرنے کے لئے تیار ہو گئیں۔ حضرت صفیہؓ کا انتقال ۵۰ ہجری میں ہوا۔

حضرت ام حبیبہؓ

سن 7 ہجری میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ سے نکاح فرمایا۔ آپ حضرت ابوسفیان کی بیٹی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھیزاد تھیں۔ ان کے شوہر حبشہ ہی میں مر گئے۔ عدت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی کے پاس عمرو بنو امیہ کو نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔ نجاشی نے خود نکاح پڑھایا اور ام حبیبہؓ مدینے آ گئی۔ سن 44 ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت میمونہؓ

سن 7 ہجری میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ بنت حارث سے نکاح کیا۔ اس سے قبل ان کے دو نکاح ہو چکے تھے۔ آپ سے نکاح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک 60 برس تھی۔ سن 51ھ میں انکا انتقال ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندیاں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار باندیاں تھیں۔ ان میں سے ایک حضرت ماریہ قبطیہؓ تھیں جن کی بطن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی ولادت ہوئی۔ دوسری حضرت ریحانہؓ، تیسری حضرت جمیلہؓ اور چوتھی ایک اور کنیز جنہیں حضرت زینبؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کی تھی۔

اولادِ رسول

سیرت نگار اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کی تعداد میں البتہ اختلاف ہے۔ اکثر کے نزدیک آپ کے تین صاحبزادگان حضرت قاسمؓ، حضرت عبداللہؓ اور حضرت ابراہیمؓ تھے جبکہ بعض نے چار اور پانچ کی تعداد بتائی ہے۔

صاحبزادگان معظم

حضرت قاسمؓ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں پہلے حضرت قاسم پیدا

ہوئے اور بعثتِ نبوت سے پہلے ہی مکہ مکرمہ میں انتقال فرما گئے۔ انہوں نے دو برس کی عمر پائی۔ انہیں کے نام سے حضور ﷺ کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہوئی۔

حضرت عبداللہؓ

حضرت عبداللہ اعلان نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور ایک سال چھ ماہ آٹھ دن زندہ رہے اور طائف میں وفات پائی۔

حضرت ابراہیمؓ

حضرت ابراہیمؓ حضور ﷺ کی آخری اولاد ہیں جو سن 8 ہجری میں حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ نے ساتویں روز ان کا عقیقہ کیا۔ دو مینڈھے ذبح کروائے، سر منڈوایا، بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی اور ابراہیم نام رکھا۔ تقریباً سولہ ماہ زندہ رہ کر 10 ہجری میں آپ نے انتقال فرمایا۔

بنات مکرمات

سیدہ زینبؓ

حضرت زینبؓ سرکارِ دوعالم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ بعثت نبوت سے دس سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی شادی اپنے خالہ زاد یعنی ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے بھانجے ابوالعاصؓ بن ربیع سے ہجرت سے کافی عرصہ قبل ہوگئی تھی۔ آپ کے ہاں تین بچے پیدا ہوئے۔ ایک صغرسنی میں فوت ہوگئے تھے جبکہ دوسرے علی بن العاص اور اُمامہ بنت ابی العاص تھے۔ سن 8 ہجری میں آپ نے مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

سیدہ رقیہؓ

حضرت رقیہؓ اعلان نبوت سے 7 برس قبل پیدا ہوئیں۔ آپ کی شادی ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوئی لیکن انہوں نے طلاق دی جس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان سے ان کا نکاح کیا۔ حضرت سیدہ رقیہؓ کی اولاد میں سے ایک بیٹا عبداللہ جو 6 سال کی عمر میں انتقال کر گئے جبکہ ایک بچہ ناتمام پیدا ہوا تھا۔ سن 2 ہجری میں آپ نے وفات پائی۔

سیدہ ام کلثومؓ

حضرت سیدہ ام کلثومؓ نبوت سے کچھ عرصہ قبل پیدا ہوئیں۔ آپ کی شادی پہلے اپنے چچا زاد اور ابولہب کے بیٹے عتیبہ سے ہوئی۔ اسلام دشمنی میں ان کے طلاق دینے کے بعد آپ کا نکاح حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہوا۔ ان کے شکم مبارک سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ سن 9 ہجری میں آپ انتقال کر گئیں۔

سیدہ فاطمہؓ

حضرت فاطمہؓ بعثت نبوی کے بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ سن 2 ہجری میں آپ کا نکاح حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ سے ہوا۔ سیدہ فاطمہؓ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ بچے حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت زینبؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت محسنؓ عطا فرمائے۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد 28 یا 29 برس کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔

مجالس نبوی

علامہ سید سلیمان ندوی

شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربار نقیب و چاؤش اور خَیل و حَشم کا دربار نہ تھا۔ دروازہ پر دربان بھی نہیں ہوتے تھے۔ تاہم نبوت کے جلال سے ہر شخص پیکرِ تصویر نظر آتا تھا۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں لوگ بیٹھتے تو یہ معلوم ہوتا کہ ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں یعنی کوئی شخص ذرا بھی جنبش نہیں کرتا تھا۔ گفتگو کی اجازت میں ترتیب کا لحاظ رہتا تھا۔ لیکن یہ امتیاز مراتب، نسب و نام یا دولت و مال کی بنا پر نہیں بلکہ فضل و استحقاق کی بنا پر ہوتا تھا۔ سب سے پہلے اہلِ حاجت کی طرف متوجہ ہوتے اور ان کے معروضات سن کر ان کی حاجت برآری فرماتے۔

تمام حاضرین ادب سے سر جھکائے رہتے، خود بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤدب ہو کر بیٹھتے۔ جب کچھ فرماتے تو تمام مجلس پر سناٹا چھا جاتا۔ کوئی شخص بولتا تو جب تک چُپ نہ ہو جائے، دوسرا شخص بول نہیں سکتا تھا۔ اہلِ حاجت عرضِ مدعا میں ادب کی حد سے بڑھ جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمالِ حلم کے ساتھ برداشت فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے جو بات ناپسند ہوتی، اس سے تغافل فرماتے اور ٹال جاتے۔ کوئی شخص شکریہ ادا کرتا تو اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقعی اس کا کوئی کام انجام دیا ہے تو شکریہ قبول فرماتے۔ مجلس میں جس قسم کا ذکر چھڑ جاتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس میں شامل ہو جاتے۔

ہنسی اور مہذب ظرافت میں بھی شریک ہوتے۔ کبھی کسی قبیلہ کا کوئی معزز شخص آجاتا تو حسبِ مرتبہ اس کی تعظیم فرماتے۔ مزاج پُرسی کے ساتھ ہر شخص سے دریافت فرماتے کہ کوئی ضرورت اور حاجت تو نہیں ہے۔ یہ بھی

فرماتے کہ جولوگ اپنے مطالب مجھ تک نہیں پہنچا سکتے مجھ کوان کے حالات اور ضروریات کی خبر دو۔

ایران میں معمول تھا کہ جب مجلس میں کوئی معزز شخص آجاتا تو سب تعظیم کو کھڑے ہوجاتے۔ یہ بھی قاعدہ تھا کہ رؤسا اور امراء جب دربار جماتے تو لوگ سینوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑے رہتے۔آپ نے ان باتوں سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ ''جس کو یہ پسند آتا ہے کہ لوگ اس کے سامنے تعظیم سے کھڑے رہیں، اس کو اپنی جگہ دوزخ میں ڈھونڈنی چاہیے۔'' البتہ جوشِ محبت میں کسی کسی کے لیے کھڑے ہوجاتے۔

چنانچہ سیدہ فاطمہ زہراؓ جب کبھی آجاتیں تو اکثر کھڑے ہوجاتے اور فرطِ محبت سے ان کی پیشانی چومتے۔ (حلیمہ سعدیہ کے لیے بھی آپ نے اٹھ کر چادر بچھادی تھی۔اسی طرح ایک دفعہ آپ کے رضاعی بھائی آئے تو ان کے لیے بھی محبت سے کھڑے ہوگئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھایا۔)

آدابِ مجلس

ان مجالس میں آنے والوں کے لیے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔عموماً بدو اپنے اسی وحشت نما طریقہ سے آتے اور بے باکانہ سوال و جواب کرتے۔خلقِ نبوی ﷺ کا منظر ان مجالس میں زیادہ حیرت انگیز بن جاتا ہے۔آپ ﷺ پیغمبر خاتم کی حیثیت سے رونق افروز ہیں۔صحابہؓ عقیدت کیش غلاموں کی طرح خدمتِ اقدس میں حاضر ہیں۔ایک شخص آتا ہے اور اس کو نبی اکرم ﷺ اور حاشیہ نشینوں میں کوئی ظاہری امتیاز نظر نہیں آتا۔لوگوں سے پوچھتا ہے ''محمد کون ہے؟'' صحابہ بتاتے ہیں کہ یہی گورے سے آدمی جو ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ وہ کہتا ہے اے ابنِ عبدالمطلب! میں تم سے نہایت سختی سے سوال کروں گا، خفا نہ ہونا۔آپ ﷺ بخوشی سوال کی اجازت دیتے ہیں۔

بایں ہمہ سادگی و تواضع، یہ مجالس رعب، وقار اور آدابِ نبوت ﷺ کے اثر سے لبریز ہوتی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات و تلقینات کا دائرہ، اخلاق، مذہب اور تزکیہ نفوس تک محدود تھا۔اس کے علاوہ اور باتیں منصبِ نبوت ﷺ سے خارج تھیں۔لیکن بعض لوگ نہایت معمولی اور خفیف باتیں پوچھتے تھے۔مثلاً یارسول اللہ! میرے باپ کا کیا نام ہے؟ میرا اونٹ کھو گیا ہے، وہ کہاں ہے؟ آپ ﷺ اس قسم کے سوالات کو ناپسند فرماتے تھے۔

ایک بار اسی قسم کے لغو سوالات کیے گئے تو آپ ﷺ نے برہم ہوکر فرمایا کہ ''جو پوچھنا ہے پوچھو، میں سب کا جواب دوں گا۔'' سیدنا عمرؓ نے آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ دیکھا تو نہایت الحاح کے ساتھ کہا رضیت (میں خوش ہوں)۔کوئی شخص کھڑے کھڑے سوال نہیں کرتا تھا۔ایک شخص نے اس طرح سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس کی طرف تعجب سے دیکھا۔اسی طرح یہ بھی معمول تھا کہ جب ایک مسئلہ طے ہوجاتا تو دوسرا مسئلہ پیش کیا

جاتا۔ بعض اوقات آپ ﷺ گفتگو کر رہے ہوتے، کوئی صحرا نشین بدو جو آداب مجلس سے ناواقف ہوتا، دفعتاً آجاتا اور عین سلسلہ تقریر میں کوئی بات پوچھ بیٹھتا۔ آپ ﷺ سلسلہ تقریر قائم رکھتے اور فارغ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوتے اور جواب دیتے۔''

اوقاتِ مجلس

اس قسم کی مجالس کے لیے جو خاص وقت مقرر تھا وہ صبح کا تھا۔ نماز فجر کے بعد آپ ﷺ بیٹھ جاتے اور فیوضِ روحانی کا سرچشمہ جاری ہو جاتا۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نماز کے بعد آپ ﷺ ٹھہر جاتے اور مجلس قائم ہو جاتی۔ چنانچہ کعب بن مالک ؓ پر جب غزوہ تبوک کی غیر حاضری کی وجہ سے عتاب نازل ہوا تو وہ ان ہی مجالس میں آکر نبی اکرم ﷺ کی خوشنودیِ مزاج کا پتا لگاتے۔

چونکہ افادہ عام ہوتا تھا اس لیے آپ ﷺ چاہتے تھے کہ کوئی شخص فیض سے محروم نہ رہنے پائے۔ اس بنا پر جو لوگ ان مجالس میں آکر واپس چلے جاتے تو ان پر آپ ﷺ نہایت ناراض ہوتے تھے۔ آپ ﷺ ایک مرتبہ صحابہ ؓ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ تین شخص آئے۔ ایک صاحب نے حلقہ میں تھوڑی سی جگہ خالی پائی، وہیں بیٹھ گئے۔ دوسرے صاحب کو درمیان میں موقع نہ ملا، اس لیے سب کے پیچھے بیٹھے۔ لیکن تیسرے صاحب واپس چلے گئے۔

نبی اکرم ﷺ جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ان میں سے ایک نے خدا کی طرف پناہ لی، خدا نے بھی اس کو پناہ دی۔ ایک نے حیا کی، خدا بھی اس سے شرمایا۔ ایک نے خدا سے منہ پھیرا، خدا نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔ پند و نصائح کتنے ہی مؤثر طریقے سے بیان کیے جائیں لیکن ہمیشہ سنتے سنتے آدمی اکتا جاتا ہے اور نصائح بے اثر ہو جاتے ہیں۔ اس بنا پر نبی اکرم ﷺ وعظ و نصائح کی مجالس ناغہ دے کر منعقد فرماتے تھے۔

عورتوں کے لیے مخصوص مجالس

ان مجالس کا فیض زیادہ تر مردوں تک محدود تھا اور عورتوں کو موقع کم ملتا تھا۔ اس بنا پر عورتوں نے درخواست کی کہ ہمارے لیے خاص دن مقرر فرمایا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ درخواست منظور کی اور ان کے وعظ و ارشاد کے لیے ایک خاص دن مقرر ہو گیا۔ اگرچہ مسائل شرعیہ کے متعلق ہر قسم کے سوالات کی اجازت تھی اور خاتونانِ حرم وہ مسائل دریافت کرتی تھیں جو خاص پردہ نشینوں سے تعلق رکھتے تھے۔ تاہم جب کوئی پردہ کا واقعہ مجلس عام میں سوال کی غرض سے پیش کیا جاتا تو فرطِ حیا سے آپ ﷺ کو ناگوار ہوتا۔

طریقۂ ارشاد

کبھی کبھی آپ ﷺ خود امتحان کے طور پر حاضرین سے کوئی سوال کرتے۔ اس سے لوگوں کی جودتِ فکر اور اصابتِ رائے کا اندازہ ہوتا۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے پوچھا وہ کون سا درخت ہے جس کے پتے جھڑتے ہیں اور جو مسلمانوں سے مشابہت رکھتا ہے۔ لوگوں کا خیال جنگلی درختوں کی طرف گیا، میرے ذہن میں آیا کہ کھجور کا درخت ہوگا لیکن میں کم سن تھا اس لیے جرأت نہ کر سکا۔ بالآخر لوگوں نے عرض کی کہ نبی ﷺ آپ بتائیں۔ ارشاد فرمایا ''کھجور'' عبداللہ بن عمرؓ کو تمام عمر حسرت رہی کہ کاش میں نے جرأت کر کے اپنا خیال ظاہر کر دیا ہوتا۔

ایک روز آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ صحابہؓ کے دو حلقے قائم تھے۔ ایک قرآن خوانی اور ذکر و دعا میں مشغول تھا اور دوسرے حلقے میں علمی باتیں ہو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''دونوں عمل خیر کر رہے ہیں لیکن خدا نے مجھ کو صرف معلم بنا کر مبعوث کیا ہے۔'' یہ کہہ کر علمی حلقے میں بیٹھ گئے۔

مجالس میں شگفتہ مزاجی

باوجود اس کے کہ ان مجالس میں صرف ہدایت، ارشاد، اخلاق اور تزکیہ نفوس کی باتیں ہوتی تھیں اور صحابہؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس طرح بیٹھتے تھے۔ کان الطیر فوق رؤسھم (جیسے چڑیاں ان کے سروں پر بیٹھی ہوں) تاہم یہ مجلسیں شگفتہ مزاجی کے اثر سے خالی نہ تھیں۔ ایک دن آپ ﷺ نے ایک مجلس میں بیان فرمایا کہ جنت میں خدا سے ایک شخص نے کھیتی کرنے کی خواہش کی۔ خدا نے کہا کیا تمہاری خواہش پوری نہیں ہوئی ہے؟ اس نے کہا ہاں لیکن میں چاہتا ہوں کہ فوراً بوؤں اور ساتھ ہی تیار ہو جائے۔ چنانچہ اس نے بیج ڈالے، فوراً دانہ اُگا، بڑھا اور کاٹنے کے قابل ہو گیا۔ ایک بدو بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا یہ سعادت صرف قریشی یا انصاری کو نصیب ہوگی جو زراعت پیشہ ہیں لیکن ہم لوگ تو کاشتکار نہیں۔ آپ ﷺ ہنس پڑے۔

فیضِ صحبت

ایک دفعہ سیدنا ابوہریرہؓ نے عرض کی کہ ہم جب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو دنیا ہیچ معلوم ہوتی ہے لیکن جب گھر میں بال بچوں میں بیٹھتے ہیں تو حالت بدل جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایک سا حال رہتا تو فرشتے تمہاری زیارت کو آتے۔ ایک دفعہ سیدنا حنظلہؓ خدمتِ اقدس میں آئے اور کہا یا رسول اللہ! میں منافق ہو گیا ہوں۔ میں جب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا ہوں اور آپ ﷺ دوزخ و جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو یہ چیزیں آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہیں۔ لیکن بال بچوں میں آ کر سب بھول جاتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ اگر باہر نکل کر بھی وہی حالت رہتی تو فرشتے تم سے مصافحہ کرتے۔ (سیرت النبی)



گزشتہ 2 صدیوں میں آپ (ﷺ) کے 6 مکتوبات اپنی اصلی حالت میں دستیاب ہو چکے ہیں، یہ مکاتیب نجاشی شاہ حبشہ، منذر بن ساوی گورنر بحرین، قیصر روم ہرقل، شاہ مصر واسکندریہ مقوقس، شہنشاہ ایران خسرو پرویز کسریٰ، شاہ عمان جیفر وعبدان کے نام ہیں۔

نامہ مبارک بنام نجاشی، شاہ حبشہ

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے حبشہ کے عظیم نجاشی کی جانب، سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ امابعد! میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی حقیقی بادشاہ ہے۔ وہ تمام عیبوں سے پاک ہے، امن دینے والا اور سب کا نگہبان ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عیسی ابن مریم (علیہ السلام) اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اللہ تعالی نے مریم بتول طیبہ عفیفہ کی جانب القاء کیا (کہ وہ اللہ کے نبی (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ بنیں) پس اللہ ہی نے ان کو اپنی روح سے پیدا کیا اور اس کو (حضرت مریم (علیہا السلام) میں) پھونک دیا۔ جیسا کہ اس نے (حضرت آدم (علیہ السلام) کو اپنے دست قدرت سے بنایا۔ میں تجھے اللہ کی طرف اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی محبت کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ تو میری اتباع کرے اور اس پر یقین کرے جو اللہ کی طرف سے میرے پاس آیا ہے (یعنی قرآن) کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ عز وجل کی طرف بلاتا ہوں اور میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا اور تمہیں نصیحت کر دی پس تم میری نصیحت قبول کرو اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے"۔

نامہ مبارک بنام کسریٰ، شاہ فارس

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے فارس کے عظیم کسری کی جانب، سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں تجھے اللہ کے دین کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ میں تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول (بھیجا ہوا) ہوں تاکہ ہر زندہ انسان کو (آخرت) کا ڈر سناؤں اور کافروں پر اللہ کی بات ثابت ہو جائے۔ اسلام قبول کرو سلامت رہو گے۔ پھر اگر تو نے

انکار کیا تو تمام مجوسیوں (کے اسلام قبول نہ کرنے) کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا"۔

نامہ مبارک بنام مقوقس، شاہ قبط مصر

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے قبط کے عظیم مقوقس کی جانب، سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد! میں تمہیں اسلام کے کلمہ کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آؤ سلامت رہو گے اور اللہ تمہیں دوہرا اجر دے گا۔ پھر اگر تو نے روگردانی کی تو تجھ پر تمام قبط (کے اسلام نہ لانے) کا گناہ ہوگا۔ اے اہل کتاب تم ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں پھر اگر وہ رُوگردانی کریں تو آپ کہہ دیجیے کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں"۔

نامہ مبارک بنام ہرقل، قیصر روم

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے روم کے عظیم ہرقل کی جانب، سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد! میں تمہیں اسلام کے کلمہ کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آؤ سلامت رہو گے اور اللہ تمہیں دوہرا اجر دے گا۔ پھر اگر تو نے روگردانی کی تو تیری تمام جاہل رعایا (کے اسلام نہ لانے) کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا اور اے اہل کتاب تم ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں پھر اگر وہ روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجیے کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں"۔

نامہ مبارک بنام منذر ساوی حاکم بحرین

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے منذر بن ساوی کے نام، سلام ہو تجھ پر میں تجھ سے اس خدا کی حمد بیان کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اما بعد! میں تجھے اللہ عزوجل کی یاد دلاتا ہوں جو نصیحت قبول کرتا ہے وہ اپنے فائدے کیلئے کرتا ہے اور جس نے میرے قاصدوں کی پیروی کی اور ان کی ہدایت پر عمل کیا تو اس نے بلاشبہ میری پیروی کی اور جس نے اس کی خیر خواہی کی اس نے گویا میری خیر خواہی کی اور میرے قاصدوں نے آکر تمہاری توصیف کی اور میں نے تمہاری قوم کے بارے میں تمہاری سفارش قبول کی پس وہ املاک مسلمانوں کے پاس چھوڑ دو جن پر وہ اسلام لانے کے وقت قابض تھے اور گناہوں سے درگزر کرتا ہوں لہٰذا تم بھی ان سے (توبہ) قبول کرلو اور جب تک تم اصلاح احوال کرتے رہو گے تو ہم تمہیں ہرگز معزول نہیں کریں گے اور جو شخص یہودیت یا مجوسیت (آتش پرستی) پر قائم رہنا چاہے اس پر جزیہ ہے۔"

معجزاتِ نبوی

مرسلہ: نورین بنت اکبر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ اہل علم نے اس بارے میں سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں۔ یہاں بطور نمونہ چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

1-قرآن کریم

قرآن کریم کی آیات ہمیشہ ہمیشہ باقی رہیں گی، ان میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی یا تغیر واقع نہیں ہوگا، اس کا کوئی مثل نہیں لا سکا اور نہ لا پائے گا۔ پوری بشریت مل کر بھی ایسے قوانین نہیں بنا سکتی۔ اس میں موجود پیش گوئیاں حرف بحرف سچ ثابت ہوچکیں۔ اس میں علوم واخبار کے ساتھ ساتھ اس کائنات کے راز بھی ذکر کیے گئے ہیں، اور جدید علوم ان رازوں کو دن بدن فاش اور سب کے لیے عیاں کر رہا ہے۔

2-اسراء اور معراج

اسراء اور معراج کا معجزہ، قرآن کریم نے اسراء کا ذکر بالکل صراحت کیساتھ کیا ہے جبکہ معراج کے بارے میں اشارہ ہی کیا ہے، لیکن بہت سی احادیث میں معراج کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

3-چاند دو ٹکڑے ہونا

قرآن کریم میں شق القمر کے معجزے کا ذکر موجود ہے، اور احادیث مبارکہ میں اس بارے میں تواتر کی

حد کو پہنچ چکی ہیں جیسے کہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور علمائے کرام کا اس بارے میں اجماع ہے۔

4-کھانے میں برکت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑے ہوئے تھوڑے سے کھانے میں اتنا اضافہ ہوجاتا کہ پورا لشکر ہی اس سے سیر ہوجائے، اور پھر بھی کھانا بچ جائے، یہ واقعہ صحیح بخاری ومسلم سمیت دیگر کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔

5-انگلیوں سے پانی پھوٹنا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی بہنا، اور تھوڑا سا پانی اتنا زیادہ ہوجائے کہ پورا لشکر اس سے پانی پی کر سیر ہوجائے اور وضو بھی بنالے، اس بارے میں بھی احادیث مبارکہ بخاری ومسلم میں موجود ہیں۔

6-آپ کی پیشین گوئیاں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مستقبل کی پیشین گوئی اور پھر وہ چیزیں اسی طرح رونما ہوئی، آج بھی ہم کچھ باتیں اسی طرح ہوتی دیکھ رہے ہیں جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائیں۔

7-منبر کا آپ ﷺ کے فراق میں رونا

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر بنوایا اور کھجور کے تنے کو چھوڑ دیا تو وہ آپ کے فراق میں رونے لگا، اس بارے میں حدیث صحیح بخاری میں ہے۔

8-شجر وحجر کا آپ کو سلام کرنا

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تھے تو پتھر آپ کو سلام کیا کرتا تھا، اس بارے میں حدیث مسلم میں ہے۔

9-بیماروں کی شفایابی

بیماروں کی شفایابی، اس بارے میں بھی بخاری ومسلم سمیت دیگر کتب حدیث میں احادیث پائی جاتی ہیں۔



پھر پیش نظر گنبدِ خضراء ہے، حرم ہے

پھر پیش نظر گنبد خضراء و حرم ہے
پھر نام خدا ، روضۂ جنت میں قدم ہے
پھر شکر خدا سامنے محراب نبی ہے
پھر سر ہے مرا اور ترا نقش قدم ہے

محراب نبی ہے یا کوئی طور تجلی
دل شوق سے لبریز ہے اور آنکھ بھی نم ہے
پھر منتِ دربان کا اعزاز ملا ہے
اب ڈر ہے کسی کا ، نہ کسی چیز کا غم ہے

پھر بارگہِ سیدِ کونین میں پہنچا
یہ اُن کا کرم اُن کا کرم اُن کا کرم ہے
یہ ذرۂ ناچیز ہے خورشید بداماں
دیکھ ان کے غلاموں کا بھی کیا جاہ وحشم ہے

رَگ رَگ میں محبت ہو رسول عربی کی
جنت کے خزائن کی یہی بیع سلم ہے
وہ رحمت عالم ہے شہِ اسود و احمر
وہ سید کونین ہے، آقائے اُمم ہے

وہ عالَم توحید کا مظہر ہے کہ جس میں
مشرق ہے، نہ مغرب ہے، عرب ہے نہ عجم ہے
دل نعت رسول عربی کہنے کو بے چین
عالَم ہے تحیر کا، زباں ہے نہ قلم ہے!

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حربی تدابیر

محمد معاذ محسن | متعلم معہد الخلیل الاسلامی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور عسکری قاید

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے لیے جس طرح مربی، معلم و مصلح کی حیثیت رکھتے ہیں بالکل اسی طرح اپنی امت کے سپاہیوں کے لیے ایک جرنیل و کمانڈر اور سپہ سالار کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ سیرت کے موضوعات پڑھتے ہوئے اکثر موضوع تو ہمارے گوشہ نظر سے گزر جاتے ہیں مگر یہ موضوع عام طور پر عوام الناس کی نظروں سے پوشیدہ رہتا ہے جبکہ یہ بھی انتہائی اہم موضوع ہے۔

حربی تدابیر کی ضرورت و اہمیت

یہ بات تو بالکل یقینی ہے کہ سرور کونین، حبیب کبریا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنگوں اور غزوات میں تائید اور نصرت خداوندی حاصل تھی مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حربی تدابیر اختیار کیں اور ایسی شاندار تدابیر اختیار کیں کہ اگر ان تدابیر کو ایک جرنیل اور کمانڈر اختیار کرے تو وہ اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے انتہائی شاندار فتح سے سرفراز ہوسکتا ہے۔ شرط بس یہ ہے کہ اس کی تمام تر کدوکاوش اور جنگ وجدال باطل کے خلاف ہو۔ اگر خدانخواستہ یہ تدابیر حق کے خلاف استعمال کی گئیں تو اگرچہ ظاہر میں تو اس کو فتح حاصل ہوسکتی ہے مگر پھر ابدی ناکامیاں اس کا مقدر رہوں گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگی تدابیر کیوں اختیار کیں؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باوجود اس کے کہ ان کو تائید خداوندی حاصل تھی مگر پھر بھی مشفق کائنات نے جنگی اسکیمیں اختیار کیں تا کہ کفار اور مشرکین پر حجت اور اپنی امت کے سپاہیوں کے لیے تعلیم ہو۔ چنانچہ ضروری ہے

کہ ہمیں بھی اپنے محسن و مشفق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگی تدابیر معلوم ہوں تا کہ بوقت ضرورت ہم ان کی اتباع کر سکیں۔

جنگی تدابیر آپ کی حقانیت کی دلیل

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگی تدابیر اتنی شاندار اور اتنی مضبوط تھیں کہ یہ تدابیر صرف انتہائی تجربے کار اور مدبر ہی سوچ سکتا ہے۔ اگر کفار عالم صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان تدابیر پر غور و فکر کریں کہ بغیر کسی خاص تجربے اور جنگی تعلیم کے ایسی تدابیر صرف اللہ کے رسول ہی اختیار کر سکتے ہیں تو وہ بے اختیار کلمہ پڑھ لیں۔ اس مختصر تحریر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام تر جنگی اسکیموں کا احاطہ ممکن نہیں بلکہ اس کام کے لیے تو شاید کئی جلدیں بھی ناکافی ثابت ہوں تاہم یہاں بس سرسری تذکرہ اور اشارہ مقصود ہے۔

دوران ہجرت دشمن سے حفاظت کی تدبیر

جب مکہ کی سرزمین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کے اصحاب پر تنگ ہوگئی تو آپ نے اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یثرب کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا اور پھر کفار مکہ کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کرنے کی سازش کے بعد خود بھی صدیق اکبر یار غار کے ساتھ ہجرت کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصرت خداوندی سے دشمنوں کا گھیرا توڑ کر صدیق اکبر کو ہمراہ لے کر ہجرت کے لیے نکل پڑے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتہائی شاندار تدبیر اختیار فرمائی کہ مدینہ کی طرف جانے کا اصل اور مانوس راستہ چھوڑ کر غیر مانوس اور گنجان آباد دشوار راستہ اختیار کیا کیونکہ کفار مکہ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخصت ہونے کا پتہ چلا تو وہ پاگلوں کی طرح اصل راستوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کرنے لگے اور ان کے وہم و گمان میں بھی نہ گزرا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرا راستہ اختیار کریں گے، اور یہ راستہ مکہ کے نشیبی جانب سے محلہ مسفلہ سے جنوب کی طرف جبل ثور سے ہوتا ہوا جاتا ہے۔

دشمن سے تحفظ کی تدابیر

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ پہنچے تو وہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کافی کسمپرسی کی حالت میں تھے، ایک تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد کافی کم تھی اور دوسرا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر اپنا سارا مال و متاع مکہ چھوڑ آئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے انصار بھائیوں کا بھی خدشہ تھا کہ مشرکین کی وجہ سے ان کو بھی اذیت ہوگی اور انہی وجوہات کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکین کے حملہ کا زیادہ خدشہ تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل تدابیر اختیار فرمائیں:

1. مدینے کے اطراف میں جو قبائل تھے ان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلیفانہ اتحاد یا کم از کم ناطرفداری کا معاہدہ کر لیا کہ اگر کفار نے حملہ کیا تو یا تو ہمارا ساتھی دیں گیں یا کم از کم ان کی طرف داری نہیں کریں گے۔

2. قریش کے تجارتی قافلے مدینہ کے سامنے ساحل کے پاس سے ہوتے ہوئے شام کی طرف جاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان قافلوں کو ڈرانے اور دھمکانے کے لیے چھوٹے چھوٹے دستے بھیجتے جس میں نہ تو کسی قسم کی لوٹ

مار ہوتی اور نہ ہی کشت وخون اور اس کا مقصد صرف قریش پر اپنی دھاک بٹھانا تھا۔

3۔دشمنوں کی نقل وحرکت کی خبر رسانی کی غرض سے مسلح اور جمعیت کی صورت میں جاسوسوں کے دستے بھیجے جاتے۔

4۔دشمنوں کے حملہ کی خبر سن کر مدافعت کے لیے پیش قدمی کر کے فوجیں بھیج دی جاتی تھیں۔

5۔قریش کا اکثر تجارتی قافلہ مدینے کے اطراف سے ہوتا ہوا شام کی طرف جاتا تھا تو آپ ﷺ اس کو رکوا کر مجبور کرواتے تا کہ قریش دخول کعبہ کی پابندی کو ختم کریں جو انہوں نے مسلمانوں پر لگا رکھی تھی۔

6۔آپ ﷺ کی ایک انتہائی اہم تدبیروں میں سے تھا کہ آپ ﷺ ان قبائل میں انتہائی مصلحت کے ساتھ صلح کروا دیتے جن میں زمانے سے خانہ جنگی چل رہی ہوتی اور پھر وہ قبائل آپ ﷺ کو اپنا محسن سمجھ کر سردار بنا لیتے۔اس کے بعد آپ ﷺ ان میں اشاعت اسلام کی محنت فرماتے۔

آپ ﷺ کی حربی تدابیر

آپ ﷺ کی وہ تدابیر جن کو آپ نے تقریباً تمام ہی جنگوں میں اختیار فرمایا، مندرجہ ذیل ہیں:

1۔اصول جنگ کے موافق اکثر غزوات میں آپ ﷺ اپنا ارادہ پہلے سے نہ بتاتے تھے کہ کہاں حملہ کرنا ہے۔

2۔غیر سمت چل نامانوس راستوں سے گزرتے ہوئے اچانک دشمن کے سروں پر پہنچ جاتے۔

3۔فوج کی تعداد کی کمی اور اس کی بنا پر کمزوری کا علاج مختلف تدابیر سے کرنا، مثلاً چولہوں کو زیادہ تعداد میں روشن کروانا یا رات میں پہاڑی سے اترتے ہوئے شمعیں بڑی تعداد میں جلوا دینا اور دشمن کی تیاری سے پہلے اس کا پیچھا کرنا اور اس کو مرعوب کر دینا۔

4۔محکمہ جاسوسی کے ذریعے دشمن کی نقل وحرکت معلوم کر کے اچانک حملہ کر دینا، مگر رات کو حملہ نہ کرنا آپ کی امتیازی سنت رہی ہے۔

5۔اکثر اوقات میں قدرت کی عطا کردہ جغرافیائی پوزیشن سے پورا فائدہ اٹھانا۔

6۔اونٹوں کی کمی کی وجہ سے کئی کئی افراد کا سوار ہونا یا باری باری سوار ہونا، رسد کی کمی پر فاقہ کشی اختیار کرنا۔

7۔آلات جنگ استعمال کرنا اور جنگوں میں اپنا شعار مقرر کرنا تا کہ دوست اور دشمن میں شناخت ہو سکے۔

8۔بہادر تجربے کار اور قابل سپاہیوں اور صحابیوں کی موجودگی اور ان کے مفید مشوروں سے فائدہ اٹھانا۔

یہ تو آپ ﷺ کی عام تدابیر تھیں جو کہ نمونے کے طور پر ذکر کی گئیں اس کے علاوہ آپ ﷺ کی ہر غزوہ میں علیحدہ انتہائی شاندار اور منفرد تدابیر ہیں، تو جہاں ہمیں آپ ﷺ کی سیرت کے اور گوشے معلوم ہونا ضروری ہیں تو اسی طرح ہمیں آپ ﷺ کی امت ہونے کے ناطے یہ گوشہ بھی معلوم ہونا چاہیے تا کہ اگر کبھی اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جنگ لڑنا پڑی تو ان تدابیر کو استعمال کر کے دنیا و آخرت کی کامیابی اور سرفرازی ہمارا مقدر بنے۔

صحبت یافتگانِ پیغمبر

سفیان علی فاروقی

قرآن پاک کے اولین مخاطب، اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے پہلے محافظ وخادم، اولٰئک هم الراشدون ،اولٰئک هم الفائزون ،اولٰئک هم المومنون حقا،اولٰئک كتب فی قلوب هم الایمان،رضی الله عنهم ورضوا عنه،محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الكفار رحمابینهم جیسی سینکڑوں آیات کے حقیقی مصداق، امت کے سب سے پہلے محسنین، امت اور نبوت کا درمیانی واسطہ، دین اسلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر باقی امت تک پہنچانے والے سچے اور ایماندار لوگ، عشق رسالت کی معراج، وفا اور صدق وصفا کے پیکر یعنی قدسی صفات جماعت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے پوری امت کے لیے کامل نمونہ بنا دیا۔

نماز کیسے پڑھیں؟ جیسے صحابہ کرام نے پڑھ کر دکھلائی۔ حج کیسے کریں؟ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کے مطابق صحابہ کرام نے کیا۔ عشق رسالت کا معیار کیا ہو؟ صحابہ کرام کا طرز عمل۔ مسلمانوں کے آپسی تعلقات کیسے ہونے چاہییں؟ جیسے صحابہ کرام کے آپسی تعلقات تھے۔ کفار سے برتاؤ کیسے کریں؟ جیسے صحابہ کرام نے حکم نبوی کے مطابق برتاؤ کیا۔ دین کی حفاظت کیسے کی جائے؟ جیسے صحابہ کرام نے کی۔ اسلام کا تعلیمی وتدریسی منہج کیا ہو؟ جو صحابہ کرام کا تھا۔ حکومت اور حکمرانی کا طرز کیا ہونا چاہیے؟ جو صحابہ کرام کا تھا۔ جہاد کب کہاں اور کیسے کیا جائے؟ جب جہاں اور جیسے صحابہ کرام نے کیا۔ یعنی وہ نور جو نبی

کریم ﷺ کے قلب اقدس پر اتارا گیا اس نور کو صحابہ کرامؓ کے ذریعے پوری کائنات پر صدقہ کر دیا گیا۔ علم کی خیرات صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں پوری امت میں بانٹی گئی۔ محبت ومودت کے زمزمے انہی ہاتھوں سے لٹائے گئے، انہی کے سینوں نے تیر کھا کر نبوت کا دفاع کیا۔ وہ نبوت کی آنکھیں جو دیدار الٰہی سے منور ہوئیں تو ان مطہر آنکھوں کا دیدار انہی کے حصہ میں آیا۔ نبوت سے روشنی لے کر پوری کائنات کو منور کرنا انہی کا خاصہ تھا۔ یہ تو ستارے تھے جنہوں نے اپنے چاند سے روشنی لے کر ظلمت کدہ عالم میں ہدایت کی روشنیاں بکھیر دیں اور ان کے حصے میں نبوت کی گواہی آئی۔ نبی کے چلنے سے لے کر انداز تکلم اور طرز تخاطب تک ،عدالتی فیصلوں سے لے کر محبت کی ضیاء پاشیوں تک ،عبادات اور معاشرت سے لے کر معاملات کی باریکیوں تک، جہاد سے لے کر حکومت کی دقیقہ سنجیوں تک، علم کی شناوری سے لے کر عمل کی گہرائیوں تک ہر چیز کی چشم دید گواہی بھی انہی کے حصے میں آئی۔

میں ،میرے ماں باپ ،میری آل اولاد قربان ان مقدس ہستیوں پر جنہوں نے میری زبان اور میرے دل کو کلمے سے بہرہ ور کرنے کے لیے اپنی جوانی کی حسین راتیں گھوڑوں کی پیٹھوں پر گزار دیں، اپنے حسین دن جون جولائی کی سخت دوپہروں کی نظر کر دیے، اپنی خواہشات کو تج دیا، اپنی دولت کو نبوت کے قدموں میں ڈھیر کر کے اپنے گھروں کو خدا کے سپرد کر دیا۔

پاؤں میں جوتی نہیں، پیٹ میں کھانا نہیں اور ہاتھ میں سواری نہیں لیکن نبی کے حکم کی تعمیل میں ایک لحظہ کی بھی تاخیر برداشت نہیں کی، اپنے کاروبار اپنی آل اولاد قربان کر دی۔ پھر کیوں نہ ان کے قدموں کا آہٹ جنت میں سنائی دے، ان کی مدحت کے ترانے سات آسمانوں پر گائے جائیں، قانون قدرت سے جنت کی بشارتیں ملیں، نبوت کی مطہر زبان ان کی تعظیم کے پروانے جاری کرے اور پھر کیوں نہ قرآن ان کی مدحت سرائی کرے۔

قدسی صفات جماعت کے اوصاف حمیدہ کو قرآن پاک نے کچھ یوں بیان کیا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ

(سورۃ آل عمران)

’’مومنو (اے صحابہ کرامؓ) جتنی امتیں لوگوں میں ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔‘‘

وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَہِیۡدًا (سورۃ البقرۃ ع ۱۷)

''اس طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا۔ تاکہ تم (روز قیامت) اور لوگوں پر گواہ بنو۔ اور پیغمبر (آخر الزمان) تم پر گواہ بنیں''۔

وَاعۡلَمُوۡا اَنَّ فِیۡکُمۡ رَسُوۡلَ اللّٰہِ لَوۡ یُطِیۡعُکُمۡ فِیۡ کَثِیۡرٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ لَعَنِتُّمۡ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَکَرَّہَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَالۡفُسُوۡقَ وَالۡعِصۡیَانَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَنِعۡمَۃً وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ (سورہ حجرات)

''اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے پیغمبر ہیں۔ اگر بہت سی باتوں میں تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن خدا نے تمہارے لیے ایمان کو عزیز بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا۔ کفر، گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا۔ یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔ یعنی خدا کے فضل اور احسان سے اور اللہ تعالیٰ بہت جاننے والے ہیں اور حکمت والے ہیں۔''

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَھَاجَرُوۡا وَجَاھَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَالَّذِیۡنَ اٰوَوۡا وَّنَصَرُوۡوا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا لَھُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّرِزۡقٌ کَرِیۡمٌ (سورۃ الانفال ع ۱۰)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے۔ اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔ ان کے لئے (خدا کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔''

اَلَا تَجِدُوۡا قَوۡمًا یُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ یُوَآدُّوۡنَ مَنۡ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَلَوۡ کَانُوۡا اٰبَآءَھُمۡ اَوۡ اَبۡنَآءَھُمۡ اَوۡ عَشِیۡرَتَھُمۡ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیۡ قُلُوۡبِھِمُ الۡاِیۡمَانَ وَاَیَّدَھُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡہُ وَیُدۡخِلُھُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ اللّٰہِ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰہِ ھُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ

(سورۃ مجادلہ آخری آیت)

''جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کے دلوں میں خدا نے ایمان (پتھر کی لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیض

بخشش سے ان کی مدد کی ہے اور اللہ ان کو ایسی بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں' داخل کرے گا۔ یہ ہمیشہ ان میں رہیں گے خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں یہی گروہ خدا کا لشکر ہے' (اور) سن رکھو کہ خدا ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے۔"

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (سورۃ فتح آخری آیت)

"محمد خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں' اور آپس میں رحمدل۔"

اَلصَّابِرِيْنَ وَالصَّادِقِيْنَ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ (ال عمران ۲)

"یہ (صحابہؓ) صبر کرنے والے ہیں اور راست باز ہیں اور فروتنی کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے والے ہیں اور پچھلی رات میں گناہوں سے بخشش چاہنے والے ہیں۔"

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۲

(سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۳۷ ع ۱۶)

"تو اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئے جس طرح تم ایمان لے آئے تو ہدایت یاب ہو جائیں گے اور اگر منہ پھیر لیں اور نہ مانیں تو وہ (گمراہی) میں ہیں۔"

آج کے اس نازک دور میں کہ جب ان عظیم ہستیوں کو متنازع بنا کر پوری اسلام کی عمارت گرانے کی ناکام اور مذموم سازشیں کی جا رہی ہیں ایسے وقت میں نہایت ضروری ہے کہ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کو پڑھا جائے، ان کی قربانیوں سے عوام کو آگاہ کیا جائے، ان روشن ستاروں سے روشنی لے کر اپنی زندگی کو سنوارا جائے، اپنے معاملات اور معاشرت کو بہتر کیا جائے، اپنا طرز حکمرانی درست کیا جائے اور ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جائے جو عہد نبوی کا پرتو ہو کیونکہ وہ ایسا کامیاب اور کامران معاشرہ تھا کہ دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ تاریخ انسانیت میں یہ بہت بڑا انقلاب تھا جو برپا ہو چکا تھا اور دنیا ششدر و حیران تھی یہ سب کیسے ممکن ہوا؟ اور آج بھی ہمیں اپنے مذہبی و سیاسی، سماجی و معاشرتی مسائل کے حل کے لیے شاگردان رسالت کی لمعہ افروزیوں سے اپنے چمن پاکستان کو سجانا اور منور کرنا ہوگا تا کہ ہمارا پیارا وطن عزیز پاکستان نا صرف اپنے مسائل سے نکلے بلکہ پوری دنیا کی قیادت و سعادت کے منصب جلیلہ پر فائز ہو جو کہ اس کی بنا کا اصل مقصد تھا۔

وفود

تسنیم کوثر

عرب کے دل میں خانہ کعبہ کی بہت عظمت تھی، جس میں اصحاب فیل کے واقعہ کے بعد مزید اضافہ ہوگیا تھا۔ اسی بنا پر عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ غلط لوگ خانہ کعبہ پر کبھی غالب نہیں آسکیں گے۔ فتح مکہ کے بعد عرب کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اسلام سچا مذہب ہے کیوں کہ اہل اسلام کعبہ پر غالب آچکے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ حق پر ہیں ورنہ بیت اللہ کبھی غالب نہ آتے۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد اہل عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے اور قبیلے کے قبیلے مسلمان ہوتے چلے گئے۔

ان لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ چند آدمیوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اسلام کے احکامات سیکھنے کے لیے بھیجتے تھے، جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے وہ وفد کہلاتے تھے، وفد کی جمع وفود ہے۔

9 ہجری میں چونکہ بہت زیادہ وفود آئے، اس لیے اس سال کو عام الوفود (وفود کا سال) کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفود بہت عزت کرتے تھے اور انہیں انعام دے کر رخصت کرتے تھے۔ نیز عام عرب اس بات کے بھی منتظر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم آپ کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے۔ چنانچہ جب انہوں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم قریش نے اسلام قبول کرلیا تو قریش کے اسلام قبول کرنے کے بعد دوسرے لوگ بھی اسلام کی طرف مائل ہونے لگے۔ اکثر وفود غزوہ تبوک کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔

اب چند وفود کی فہرست لکھی جاتی ہے۔ تفصیلی واقعات سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں:

1۔ وفد ثقیف: غزوہ طائف کے ذیل میں ان کا ذکر آچکا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک سے

رمضان کے مہینے میں واپس آئے تو یہ لوگ اسی مہینے حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔

2. وفد بنی تمیم: غزوہ طائف کے ذیل میں گزر چکا کہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ وغیرہ بنو تمیم کے وفد کے ساتھ مدینہ حاضر ہوئے تھے۔

3. وفد طے: اسی وفد میں حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔

4. وفد عبدالقیس

5. وفد بنو حنفیہ: ان میں مسیلمہ بن کذاب بھی تھا۔ ان میں کچھ لوگ مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گئے۔ یہ لوگ 10 ہجری کے آخر میں آئے۔

6. وفد طے دوم: ان میں زید خیل آئے۔

7. وفد کندہ: اس میں حضرت اشعث رضی اللہ عنہ بن قیس بھی تھے۔

8. اشعریوں اور یمنیوں کا وفد۔

9. وفد ازدان: اس میں صرد بن عبداللہ آئے۔

10. وفد بنی حارث بن کعب: یہ وفد ربیع الثانی یا جمادی الاولیٰ 10 ہجری میں آیا۔

11. وفد همدان۔

12. وفد مزینہ۔

13. وفد دوس۔

14. وفد نجران۔

15. وفد بنی سعد بن بکر: اس میں حضرت ضمام رضی اللہ عنہ بن ثعلبہ آئے۔

16. وفد طارق بن عبد اللہ: یہ اپنی قوم کے ساتھ آئے۔

17. وفد تجیب۔

18. وفد سعد از قبیلہ قضاعہ۔

19. وفد بنی فزارہ: یہ وفد غزوہ تبوک کے بعد آیا۔

20. وفد ابن اسد۔

21. وفد بہراء۔

22. وفد عذرہ: یہ وفد صفر 9 ہجری میں آیا۔

23. وفد بلی: یہ ربیع الاول 9 ہجری میں آیا۔

24. وفد ذی مرہ۔

25. وفد خولان: یہ شعبان 10 ہجری میں آیا۔

26. وفد محارب: یہ 10 ہجری میں آیا۔

27. وفد صداء: یہ 8 ہجری میں آیا۔

28. وفد غسان: یہ رمضان 10 ہجری میں آیا۔

29. وفد سلامان: یہ شوال 10 ہجری میں آیا۔

30. وفد بنی عبس۔

31. وفد ازدوم: اس میں سوید بن الحارث آئے۔

32. وفد بنی منتفق۔

33. وفد نخع: یہ آخری وفد ہے۔

(نشر الطیب)

درود علیٰ

مومنہ بنت مولانا محمد حنیف

لفظ درود نہ تو عربی کا ہے اور نہ ہی اُردو کا بلکہ یہ فارسی کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ورد کرنے والی چیز البتہ صلوٰۃ عربی کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں مدح وثنا، تعریف وتوصیف، رحمت وغیرہ۔ اللہ جل شانہ کا فرمان ہے:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

(الاحزاب:56)

بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے نبی پر دُرود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اُن پر دُرود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں صلوٰۃ کی نسبت بیک وقت اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور اہل ایمان کی طرف کی گئی ہے چنانچہ اہل علم نے لکھا ہے کہ اللہ جل شانہ کی طرف صلوٰۃ کی نسبت کی صورت میں اس کا مطلب نزول رحمت، فرشتوں کی طرف نسبت کی صورت میں استغفار اور ایمان والوں کی طرف اس کی نسبت کی صورت میں اس کا مطلب دعا ہوتا ہے۔

رحمت ومحبت کا سلسلہ رکتا نہیں بلکہ یہ تو قیامت تک جاری رہے گا۔ 'یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما' فرما کر یہ مہر ثبت کردی گئی کہ میرے محبوب کا ذکر ہر جگہ ہو، ہر نماز میں، اذان میں، مساجد میں، خطبوں میں، محفلوں میں، مجالس میں، مدرسوں میں، میناروں میں ہو گویا پورے عالم میں محمد مصطفی ﷺ کا نام گونجتا رہے۔

دُرود،ہم سب کے آقا سید المرسلین وخاتم النبیین محمد مصطفی ﷺ کے لیے ہے جنہوں نے گمراہوں کو وادیٔ ضلالت سے نکال کر منزل ہدایت پر پہنچایا۔ دورد پڑھنا افضل ترین عمل ہے۔ درود وسلام وہ واحد عبادت ہے جو ہر حال میں قبول و منظور ہوتی ہے۔ گناہوں کا کفارہ ہے، قبولیتِ دعا کی ضمانت ہے، دین و دنیا کی تمام مہمات میں سریع التاثیر ہے۔

درود شریف کی برکت کا ایک واقعہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ایک شخص مالدار تھا لیکن اس کا کردار اچھا نہیں تھا۔ درود پاک سے اسے بڑی محبت تھی، درود پاک سے کبھی غافل نہیں رہتا تھا۔ جب اس کا آخری وقت آیا تو اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا اور بہت زیادہ تنگی لاحق ہوئی۔ اسی حالت میں اس نے ندا دی:

''اے اللہ کے محبوب! میں تو دُرود پاک کی کثرت کرتا ہوں۔''

اچانک ایک دم ایک پرندہ آسمان سے نازل ہوا اور اپنے پر اس شخص پر پھیر دیئے۔ فوراً چہرہ نور سے لبریز ہوگیا۔ کستوری کی خوشبو کی مہک آنے لگی اور وہ کلمہ پڑھتا ہوا دنیا سے رخصت ہوا۔ اسی رات کو ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ زمین اور آسمان کے درمیان چل رہا ہے اور یہ آیت مبارکہ پڑھ رہا ہے:

إِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَهُ یُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیمًا

(درۃ الناصحین ص 172)

'مواہب اللدنیہ' میں امام قسطلانی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن کسی مؤمن کی نیکیاں کم ہوجائیں گی اور گناہوں کا پلڑا بھاری ہوجائے گا، تو مومن پریشان کھڑا ہوگا۔ اچانک رسول اللہ ﷺ میزان پر تشریف لائیں گے اور چپکے سے اپنے پاس سے بند پرچہ مبارک نکال کر اس کے پلڑے میں رکھ دیں گے، جسے رکھتے ہی اس کی نیکیوں کا پلڑا اوزنی ہوجائے گا۔ اس شخص کو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ یہ کون تھے جو اس کا بیڑا پار کر گئے۔ وہ پوچھے گا آپ کون ہیں؟ اتنے سخی، اتنے حسین وجمیل، آپ نے مجھ پر کرم فرما کر مجھے جہنم کا ایندھن بننے سے بچالیا اور وہ کیا پرچہ تھا جو آپ نے میرے اعمال میں رکھا؟ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہوگا:

''میں تمہارا نبی ہوں اور یہ پرچہ درود ہے جو تم مجھ پر بھیجا کرتے تھے۔''

نبی آخری زماں ﷺ انسانیت کے سب سے بڑے محسن

اس کائنات میں ایک مؤمن کا سب سے بڑا محسن نبی اکرم ﷺ کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔ آپ علیہ

السلام کے جتنے احسانات اس امت پر ہیں، خاص طور سے ان لوگوں پر جنہیں اللہ جل شانہ نے ایمان کی دولت سے نوازا ہے، اتنے احسانات کسی پر نہیں۔ خود آپ علیہ السلام کا یہ حال تھا کہ اپنی امت کی فکر میں دن رات گھلتے رہتے تھے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام کی حالت کو بیان کرتے فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مُتَوَاصِلَ الْأَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غموں کے نشانے پر اور سوچوں میں ڈوبے رہتے۔

علماء فرماتے ہیں کہ یہ فکر اور غم اس بات کا نہیں کہ آپ کو تجارت یا مال و دولت میں نقصان ہو رہا تھا بلکہ یہ فکر و غم اس امت کے لیے تھا کہ میری امت کسی طریقے سے جہنم کی آگ سے بچ جائے اور اللہ کی رضا حاصل ہو جائے۔

درود شریف لکھنے اور پڑھنے کا اجر عظیم

حدیث مبارکہ میں ہے کہ اگر زبان سے ایک مرتبہ درود پڑھے تو ایسے شخص پر اللہ دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھتے ہیں اور دس گناہ معاف فرماتے ہیں۔ اگر کوئی تحریر میں صلی اللہ علیہ والہ وسلم لکھے تو حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ جب تک وہ تحریر باقی رہے گی اس وقت ملائکہ مسلسل اس پر درود بھیجتے رہے گے۔ (معجم الاوسط الطبرانی) معلوم ہوا کہ تحریر میں صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو اب جو شخص بھی اس تحریر کو پڑھے گا، اس کا ثواب لکھنے، پڑھنے والے دونوں کو ملے گا اور ایسے عمل سے وہ اپنے رب کے ہاں مقربین میں شامل ہوں گے۔ لہٰذا، جو تحریراً مختصراً پیارے نبی علیہ السلام کے نام کے ساتھ 'ص' یا 'صلعم' لکھتے ہیں وہ جان لیں کہ وہ ایسی برکت و ثواب سے محروم رہتے ہیں، کیونکہ یہ لوگ اپنے نبی آخری الزماں پر درود لکھنے میں اختصار سے کام لیتے ہیں، تو ایسی صورت میں قارئین درود نہیں پڑھتے۔

درود شریف، قبولیتِ دعا کا نسخہ

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اصلاحی خطبات میں ایک جگہ رقم طراز ہیں کہ میرے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا:

جب آدمی کو کوئی دکھ اور پریشانی ہو یا کوئی بیماری ہو یا کوئی ضرورت اور حاجت ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا تو کرنی چاہیے کہ یا اللہ! میری اس حاجت کو پورا فرما دیجئے۔ میری اس پریشانی اور بیماری کو دور فرما دیجئے، لیکن ایک طریقہ ایسا بتاتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو ضرور ہی پورا فرما دیں گے۔ وہ یہ ہے کہ

کوئی پریشانی ہو، اس وقت درود شریف کثرت سے پڑھیں، اس درود شریف کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس پریشانی کو دور فرما دیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں حاصل کریں!

دلیل اس کی یہ ہے کہ سیرتِ طیبہ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ جب کوئی شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کوئی ہدیہ لاتا تو آپ اس بات کی کوشش فرماتے کہ اس کے جواب میں اس سے بہتر تحفہ اس کی خدمت میں پیش کریں، تاکہ اس کی مکافات ہو جائے، ساری زندگی آپ علیہ السلام نے اس پر عمل فرمایا۔ یہ درود شریف بھی حضور اقدس علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ ہے اور چونکہ ساری زندگی میں آپ کا یہ معمول تھا کہ جواب میں اس سے بڑھ کر ہدیہ دیتے تھے، تو آج جب ملائکہ درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچائیں گے کہ آپ کے فلاں امتی نے آپ کی خدمت میں درود شریف کا یہ تحفہ بھیجا ہے، تو غالب گمان یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ہدیہ کا بھی جواب دیں گے۔ وہ جوابی ہدیہ یہ ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ جس طرح اس بندے نے مجھے ہدیہ بھیجا، اے اللہ، اس بندے کی حاجتیں بھی آپ پوری فرما دیں۔

اب اس وقت ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ ہمارے حق میں دعا فرما دیجئے، دعا کی درخواست کرنے کا تو کوئی راستہ نہیں ہے۔ ہاں! ایک راستہ ہے، وہ یہ کہ ہم درود شریف کثرت سے بھیجیں، جواب میں حضور اقدس علیہ السلام ہمارے حق میں دعا فرمائیں گے۔ لہٰذا، درود شریف پڑھنے کا یہ عظیم فائدہ ہمیں حاصل کرنا چاہئے۔ اسی وجہ سے بہت سے بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ بیماری اور دکھ کی حالت میں درود شریف کی کثرت کیا کرتے تھے۔ اس لیے دن بھر میں کم از کم سو مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کریں۔ اگر پورا درود ابراہیمی پڑھنے کی توفیق ہو جائے تو بہت اچھا ہے، ورنہ مختصر درود پڑھ لیں:

1۔ اللهم صل علی محمدن النبیِ الامیِ وعلی آلِہ و اصحابِہ و بارِک و سلِم۔

اور مختصر کرنا چاہو تو یہ پڑھ لو:

2۔ اللهم صلِ علی محمد و سلِم۔

یا 'صلی اللہ علیہ وسلم' پڑھ لیں، لیکن سو مرتبہ ضرور پڑھ لیں۔ اس کی برکت سے اجر و ثواب کے ذخیرے بھی جمع ہو جائیں گے اور ان شاء اللہ! اللہ کی رحمت سے بگڑے کام بھی سنور جائیں گے۔

(اصلاحی خطبات، ج6، ص93)

رول ماڈل

محمد زکریا نعمانی | جامعہ دارالعلوم کراچی

دنیا میں انسان اپنے لیے کسی نہ کسی کو آئیڈیل ضرور بناتا ہے اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ آئیڈیل کی طرح زندگی گزارے۔ رول ماڈل وہ ہوتا ہے جو خود کامل ہو اور دوسرے لوگ اس کی اتباع کریں۔ ایسا شخص بہت ساری خصوصیات کا حامل ہوتا ہے، اس کی زندگی کا ہر ہر پہلو قابل اتباع ہوتا ہے۔ وہ خواہش پرست نہیں ہوتا، اپنے متبعین کو صحیح راہ پر چلانے والا ہوتا ہے تاکہ اس کی اتباع کرنے والا منزل مقصود تک پہنچ سکے۔

مجھے فخر ہے کہ میرا آئیڈیل اور رول ماڈل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کیونکہ آپ ہی کائنات کی وہ واحد ہستی ہیں جو کامل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر ہر پہلو قابل اتباع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کی سب سے عظیم شخصیت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن وخوبی کے پیکر ہیں، میدان جنگ کے عظیم جرنیل ہیں، مسلمانوں کے بہادر قائد ہیں، حکمت و بردباری کے درس دینے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہی یہ کائنات سجائی گئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند اخلاق کے مالک ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی آپ پر جان نچھاور کرنا فخر کی بات سمجھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر قسم کے عیب سے پاک ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسروں کا خیال رکھنے والے ہیں، غریبوں کی دادرسی کرنے والے ہیں، اپنے ساتھیوں کی خبر گیری کرنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی کے ہر پہلو میں کامل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ اطاعت خداوندی سے معمور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب کے بہت قریب ہیں، سدرۃ المنتہیٰ تک صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسائی ہے، رب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود عطا کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا ہے کہ نبوت جیسا عظیم سلسلہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے عظیم پیغمبر پر ختم فرمایا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر و وفا کا پیکر بنایا ہے۔غرض دنیا کی ساری بھلائیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر موجود ہیں۔

مکہ مکرمہ کی تیرہ سالہ مشکل زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹے حالانکہ اس پورے عرصے میں کافروں کی طرف سے آپ کو بارہا ستایا گیا، ڈرایا گیا، دھمکایا گیا۔نبوت کے ساتویں سال کفارِ قریش نے بنو ہاشم سے معاشرتی بائیکاٹ کیا۔وہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کڑے امتحان کا وقت تھا جب دین اسلام کی حقانیت کی آواز دبانے کے لیے تمام کفارِ قریش نے اس بات پر اتفاق کیا کہ بنو ہاشم سے ہر طرح کے تعلقات ختم کر لیے جائیں تا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھوک اور تنہائی سے تنگ آ کر اسلام کی تبلیغ کرنا ترک کر دیں۔یہ مقاطعہ تین سال تک جاری رہا۔ان تین برس میں مسلمانوں نے شعب ابی طالب جو کہ ایک تنگ گھاٹی ہے، میں پناہ لی۔مسلمانوں تک بہت مشکل سے کھانے پینے کا سامان آتا تھا۔بسا اوقات کئی کئی وقت کھانا نہیں آتا تھا جس کی وجہ سے مجبوری میں درختوں کے پتے اور جڑی بوٹیاں کھا کر گزارا کرنا پڑتا تھا لیکن پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مقصد سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹے بلکہ ہر آنے والا امتحان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزم وہمت کو مزید پختہ کرتا رہا۔

طائف کے علاقے میں جب آپ تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں کے اوباش نوجوانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر کو پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوتے خون سے بھر گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت تکلیف پہنچی۔حضرت جبرئیل امین نے اس وقت پیغام پہنچایا کہ اگر آپ چاہیں تو ان لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دیا جائے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا اور فرمایا: اگر یہ بدنصیب لوگ ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا شاید ان کی نسل سے کوئی ایسا پیدا ہو جو اللہ پر ایمان لے آئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت بھی دشمن کو بددعا کے بجائے دعا دی اور اللہ کی ذات سے امید لگائے رکھی۔اپنے مقصد سے پیچھے ہٹے اور نہ حالات سے بددل ہوئے بلکہ اپنے مشن پر لگے رہے اور لوگوں کو راہ راست پر لانے کی تبلیغ کرتے رہے اور ہر مصیبت کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے اور ہمیں یہ سبق دیا کہ حالات چاہے کتنے مشکل کیوں نہ ہو لیکن آپ اگر حق پر ہوں تو کامیابی ضرور آپ کے قدم چومے گی اور راستے کے تمام مشکلات خود ہٹتے چلے جائیں گے۔

غزوۂ احد کے موقع پر جب دشمنوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو آپ اس وقت بھی ثابت قدم رہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحبت یافتہ بہت سارے جانثار اور وفادار صحابہؓ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ڈھال بن گئے اور جانوں کی پرواہ کیے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرتے رہے۔اس غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافی زخم

آئے اور آپ ﷺ کے دندان مبارک بھی شہید ہوئے لیکن اس وقت بھی آپ مشکلات سے گھبرا کر سرنڈر نہیں ہوئے بلکہ حکمِ خداوندی کو پورا کرنے کے لیے ہر آزمائش کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔

کفار کی جانب سے مختلف سختیوں اور مظالم کے باوجود جب مکہ فتح ہوا اور مسلمان لاؤلشکر کے ساتھ مکہ پہنچے تو دشمن بالکل سامنے تھے اور بے یار و مددگار تھے۔ آپ ﷺ چاہتے تو سب سے بدلہ لے سکتے تھے لیکن قربان جاؤں نبی کریم ﷺ کی رحیم ذات پر کہ انہوں نے تمام دشمنوں کو معاف کرتے ہوئے رہتی دنیا تک انسانیت کو یہ سبق دیا کہ بدلہ اپنے ذات کے لیے نہیں بلکہ حکمِ خداوندی کو پورا کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ جہاں ذاتیات آجائے وہاں مقصد نہیں ہوتا۔ مقصد کا حصول ذاتیات سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ کامیابی کے لیے انسان کو اپنے ذاتی معاملات قربان کرنے پڑتے ہیں۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد وہاں کے مسلمانوں کو اخوت اور بھائی چارگی کا عظیم درس دیا۔ انہیں مواخات کے رشتے میں باندھ دیا۔ انہیں ایک ایسی صفت سے آشنا کیا جو آج بھی عربوں کے اندر پائی جاتی ہے۔ دنیا بھر سے جانے والے لاکھوں حاجیوں کا دل کھول کر استقبال کیا جاتا ہے، ان کا خیال رکھا جاتا ہے، ان کی میزبانی کی جاتی ہے۔ یہ وہی مواخاۃ کا درس ہے جسے چودہ سو سال پہلے نبی کریم ﷺ نے سکھایا تھا۔ اس درس کی بنا پر انصار اور مہاجرین آپس میں بھائی بھائی بن گئے تھے اور اخوت کی عظیم مثال قائم کی تھی۔

آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو دنیا کی سب سے اچھی تعلیم دی۔ اللہ پاک نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے تمام تعلیمات سے بہرہ مند فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے امت کی آسانی کی خاطر ان تعلیمات کو تفصیل کے ساتھ صحابہ کے سامنے بیان کیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو اخلاقیات، ایمانیات، عبادات، معاشرت اور معاملات سکھائے۔ اچھے طور طریقوں سے ہمکنار کرایا، معاشرتی آداب سے روشناس کرایا، بیوی بچوں کے حقوق سکھائے۔ اس تعلیم کی روشنی میں مدینہ منورہ میں بہترین معاشرہ وجود میں آیا جہاں ایک آدمی دوسرے آدمی کا خیال رکھتا ہے، ایک بھائی اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لیے کرتا ہے۔ یہی تعلیمات آج بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی اور مسند ابوحنیفہ کے توسط سے ہم تک پہنچی ہیں اور ہمارے پاس موجود ہیں۔ پھر ان احادیث کی روشنی میں فقہاء کرام نے ہزاروں مسائل مستنبط کیے اور یہ مسائل فقہ کی کتابوں میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے۔

آپ ﷺ نے اپنی عملی زندگی سے امت کو ازدواجی زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا۔ ایک سے زائد ازواج مطہرات کے درمیان بہترین عدل قائم فرما کر ان لوگوں کے لیے روشن مثال چھوڑی جو ایک سے زائد شادیاں کرنا چاہتے ہوں۔ سب ازواج مطہرات کے لیے باری مقرر کی تاکہ کسی کا حق تلف نہ ہو۔ پوری زندگی اسی پر کاربند

رہے یہاں تک کہ زندگی کے آخری دنوں میں آپ اپنی سب سے محبوب زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہنا زیادہ پسند فرماتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عدل کی پاسداری کرتے رہے یہاں تک کہ ازواج مطہرات نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔

زندگی کے آخری ایام میں حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاریخی خطبہ دے کر تمام مسلمانوں کو یہ بتایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بہترین شخص وہ ہے جو زیادہ تقوی والا ہو، قرآن مجید میں ارشاد ہے: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات: ۱۳) (تم میں اللہ کے نزدیک سب سے عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو) لہٰذا سب سے اچھا شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار، اچھے اخلاق والا اور نیک اعمال والا ہو ورنہ سارے انسان برابر ہیں۔ کسی گورے کو کالے اور کسی امیر کو غریب پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماتحت لوگوں کے لیے بھی حسن سلوک کا حکم دیا۔ ان کو وہی کھلانے اور پہنانے کا حکم دیا جو انسان خود پہنے۔ اسی طرح ان سے ایسے کام کروانے کا حکم دیا جو وہ کر سکتے ہوں۔ ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام کروانا ہو تو خود بھی ان کا ہاتھ بٹانے کا حکم دیا۔ غلاموں اور ماتحت ملازمین کی خطاؤں کو معاف کرنے کا حکم دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دوران ایک مرتبہ بھی نہ مجھے ڈانٹا نہ یہ سوال کیا کہ یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہ کیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی عدل، وفا، قربانی اور اچھے اخلاق سے معمور ہے۔ اگر کوئی کامیاب زندگی گزارنا چاہتا ہے تو اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو اپنانا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کو اپنانے کے بعد وہ کبھی بھی ناکام نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ پاک نے صحابہ کے لیے جنت اور رضامندی کی ضمانت دے دی ہے لہٰذا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے اور عمل کیے ہوئے طریقے پر زندگی گزارے گا نہ صرف اس کی دنیا و آخرت اچھی ہوگی بلکہ وہ دوسروں کے لیے بھی قابل اتباع ہوگا، لوگ اسے رشک کی نگاہوں سے دیکھیں گے، اس کی عزت کریں گے، اسے اپنا سربراہ مانیں گے۔ شرط بس اتنی ہے کہ بندہ اخلاص اور صبر کے ساتھ ایک ایک سنت پر عمل پیرا رہے، سنت کے مطابق زندگی گزانے میں ہزاروں مشکلات اور رکاوٹیں آئیں گی لیکن ہر رکاوٹ اور مشکلات کا ڈٹ کر سامنا کرتے ہوئے ایمان اور اسلام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے اس دنیا سے چلا جائے۔ پھر مرتے وقت کلمہ بھی نصیب ہوگا اور جنت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت بھی حاصل ہوگی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: المرء مع من احب، آدمی کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے، اللہ پاک ہم سب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

پسندیدہ غذائیں

محمد قمر الزماں ندوی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن کھانوں سے زیادہ رغبت تھی ان میں سے چند یہ ہیں:

گوشت

گوشت صحت کے لیے مفید غذا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے میں گوشت پسند فرماتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دنیا والوں اور جنت والوں دونوں کے کھانے کا سردار گوشت ہے۔ کتب احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیڑ، دنبہ، اونٹ، گھائے، مرغ، اور مچھلی کا گوشت کھایا ہے۔

ثرید وحلوہ

ثرید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت مرغوب تھی، ثرید اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو شوربے یا پتلی دال میں روٹی بھگو کر تیار کیا جاتا ہے، ثرید کی ایک قسم اور ہے جو میٹھی ہوتی ہے، اس کو حلوہ بھی کہا جاتا ہے، یہ ستو میں خشک کھجور اور گھی ملا کر مالیدے کی طرح بنایا جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے کھانوں پر ثرید کو فوقیت دیتے تھے اور اسے کھانے کا سردار کہتے تھے۔

کدو

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سبزیوں میں سب سے زیادہ کدو (لوکی) پسند تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہتے ہیں کہ ایک درزی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی،

کھانے میں جو کی روٹی اور شوربہ پیش کیا، شوربہ میں کدو اور گوشت تھا، میں نے دیکھا کہ اللہ کے نبی ﷺ پیالے کے کناروں سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے نکال لیتے اور تناول فرماتے، اس دن سے ہی میں نے کدو کے بغیر کھانا نہیں کھایا۔

سرکہ

آں حضرت ﷺ کو سرکہ بھی پسند تھا، حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ اہل خانہ سے دریافت فرمایا کہ کوئی سالن ہے، تو اندر سے آواز آئی سرکہ کے سوا کچھ نہیں ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہی لے آؤ اور تناول فرمایا۔ آپ ﷺ کھاتے جاتے اور فرماتے سرکہ کتنا اچھا سالن ہے۔

پنیر

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پنیر کھانا بھی ثابت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور ﷺ کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے چھری طلب کی اور اس سے بسم اللہ پڑھ کر پنیر کاٹا اور آپ ﷺ نے استعمال فرمایا۔

الغرض کھانوں میں سے پنیر بھی آں حضور ﷺ کو پسند تھا۔

شہد

صحت بخش غذا ہے، قرآن نے اسے شاف للناس کہا ہے بہت سی بیماریوں کی دوا ہے شہد کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ حضور ﷺ کے اس قول وارشاد سے نکالا جا سکتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا دو چیزوں سے صحت حاصل کرو، شہد اور قرآن سے، آپ ﷺ نے متعدد مریضوں کے لیے شہد کو بطور دوا تجویز فرمایا۔

کھجور اور چھوہارا:

کھجور ایک بہترین غذا ہے اور عمدہ میوہ ہے۔ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس کا ذکر موجود ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص روز آنہ صبح کو سات عمدہ کھجوریں کھالیا کرے اسے اس دن جادو اور زہر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، ایک صحابی اور صحابیہ کا بیان ہے کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مکھن اور کھجوریں پیش کیں، اور آپ ﷺ مکھن اور کھجور کو پسند فرماتے تھے، ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں (چھوہارا) نہ ہو اس کے رہنے والے بھوکے ہیں۔

دودھ:

نبی اکرم ﷺ کو دودھ بھی بہت پسند تھا، کبھی خالص دودھ نوش فرماتے کبھی اس میں پانی ملا لیتے، آپ ﷺ اکثر بکری کا دودھ استعمال فرماتے اور گائے کا بھی۔

موزوں کلام میں جو ثنائے نبی ہوئی

موزوں کلام میں جو ثنائے نبی ہوئی
تو ابتداء سے طبعِ رواں منتہی ہوئی

ہر بیت میں جو وصفِ پیمبر رقم کیے
کاشانۂ سخن میں بڑی روشنی ہوئی

ظلمت رہی نہ پرتو حسنِ رسول سے
بیکار اے فلک شبِ مہتاب بھی ہوئی

تاریک شب میں آپ نے رکھا جہاں قدم
مہتابِ نقش پا سے وہاں روشنی ہوئی

ہے شاہِ دیں سے کوثر و تسنیم کا کلام
یہ آبرو تمام ہے حضرت کی دی ہوئی

آزاد اور فکر جگہ پائے گی کہاں
اُلفت ہے دل میں شاہِ زمن کی بھری ہوئی

مولانا ابوالکلام آزادؒ



دارالافتاء معہد الخلیل الاسلامی

جشن میلاد، جلوس، اہتمام خورونوش

سوال علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں:

1. ربیع الاول کے مہینے میں یعنی خصوصی طور پر بارہ ربیع الاول کو جو جلوس نکلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم جشن مناتے ہیں۔ کیا شرعاً قرآن وحدیث اور تابعین سے یہ ثابت ہے کہ کسی نے پیغمبر کے نام پر جشن منایا ہو؟ وضاحت فرمائیں تاکہ سکون دل حاصل ہو جائے۔

2. یہاں یہ مسئلہ بھی قابل غور ہے کہ بارہ ربیع الاول کو جو کھانے کی اشیاء تقسیم کی جاتی ہیں کیا ان کو تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (ان مخصوص دن میں)

3. کیا ان تقسیم شدہ چیزوں کو لے کر کھانا درست ہے یا نہیں؟

4. بارہ ربیع الاول کو جشن منایا جاتا ہے سب سے پہلے اس کی بنیاد کس نے رکھی ہے اور کیسے رکھی ہے؟

برائے کرم مدلل اور حوالہ کے ساتھ جواب تحریر فرما کر بندہ کو مطمئن فرمائیں۔

مستفتی: محمد ریاض، ضلع طورغر

جواب حامدا ومصلیا

واضح رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک خواہ ذکرِ ولادت ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادات ومعاملات،

شب و روز کی نشست و برخاست کا ذکر، بلاشبہ باعثِ اجر وثواب اور موجبِ خیر و برکت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اُمتِ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو بطور احسان کے ذکر فرمایا ہے، چنانچہ ارشادگرامی ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ. [آل عمران: 164]

ترجمہ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب کہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ قبل سے صریح غلطی میں تھے۔ (بیان القرآن)

البتہ ماہ ربیع الاول ہی کو خاص کر کے میلاد النبی، سیرت مصطفی، عظمت مصطفی، شان مصطفی، ولادت مصطفی وغیرہ جیسے ناموں سے جلسہ جلوس کا انعقاد کرنا، جشن وتہوار منانا اور اس عنوان سے چندہ وصول کرنا اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں کہیں نہیں ہے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام اور تابعین عظام سے حالاں کہ صحابہ کرام سے بڑھ کر سچا عاشق رسول اور جاں نثار کون ہوسکتا ہے؟ اس کے باوجود صحابہ کرام سے کہیں اس کا ثبوت نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت یقیناً ہم سے ہزاروں گنا زیادہ تھی اور اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ اُمور جو سننِ عادیہ کہلاتے ہیں ان میں بھی یہ حضرات اتباع کا دامن نہیں چھوڑتے تھے۔ ان حضرات کی زندگی کا ہر گوشہ محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عملی تصویر تھی لیکن اس کے باوجود ان کی پوری زندگی میں مروجہ طریقہ پر محفلِ میلاد منانے کا ایک واقعہ بھی نہیں ملتا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاکیزہ دور کے بعد بھی چھ سو سال تک کسی نے میلاد کے نام پر محافل سجانے کا اہتمام کبھی نہیں کیا بلکہ وہ تو اس کے بجائے خود کو ہمیشہ ہی اتباعِ نبوی میں ڈھالنے کی کوشش کرتے رہتے تھے اور یہی حقیقی حب نبوی کا اصل تقاضا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے حوالہ سے محافل کا انعقاد بغیر کسی تخصیص وتعیین کے حدود شرع میں رہتے ہوئے مستقل ہوتا رہے جس کا خاطر خواہ فائدہ بھی یقیناً ہوتا رہے گا لیکن افسوس کہ اس کے برعکس ہمارے ہاں ایک خاص فکر کے حضرات نے اپنی دینداری اور محبت نبوی کو چند ایام میں محصور کر کے رکھ دیا ہے اور پھر وہ سال بھر آزاد رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے امت کے جمہور علماء نے اس کو

بدعات میں شمار کیا ہے۔

البتہ اگر کسی خاص دن یا مہینے کی تعیین کیے بغیر کوئی ایسی محفل منعقد کی جائے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت بیان کی جائے اور بدعات سے بچتے ہوئے نعت خوانی بھی ہو تو ایسی محافل میں شرکت کرنا بڑی سعادت کی بات ہے اور اس موقع پر اگر کسی کی طرف سے شرکاء کے لیے کھانے کا اہتمام کیا جائے تو وہ کھانا بھی کھا سکتے ہیں۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وأما غير العالم وهو الواضع لها يعني البدعة، فإنه لا يمكن أن يعتقدها بدعة بل هي عنده مما يلحق بالمشروعات كقول من جعل يوم الاثنين يصام لأنه يوم ولد النبي صلى الله عليه وآله وسلم وجعل الثاني عشر من ربيع الأول ملحقا بأيام الأعياد لأنه عليه السلام ولد فيه۔"

(الاعتصام، ج:۲، ص:۲۱۴، ط:بیروت، بحوالہ جواہر الفقہ)

"حسن المقصد في عمل المولد" میں ہے:

"لا أعلم لهذا المولد أصلا في كتاب الله تعالىٰ ولا سنة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ولا ينقل عمله عن أحد من علماء الأمة الذين هم قدوة في الدين المتمسكون بآثار المتقدمين، بل هو بدعة أحدثها البطالون وشهوة نفس اعتنى بها الأكالون الخ۔" (ص:۴۶-۴۹، ط: دار الكتب العلمية)

علامہ ابن الحاجر حمہ اللہ اپنی کتاب "المدخل" میں لکھتے ہیں:

"فصل في المولد: ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد وقد احتوىٰ ذلك على بدع ومحرمات جملة، فمن ذلك استعمالهم المغاني۔" (المدخل، ج:۲، ص:۳)

۲۔ ان ایامِ مخصوصہ میں عبادت سمجھ کر خاص طور پر کھانے پینے کی اشیاء بنانا اور تقسیم کرنا بدعت ہے، لہٰذا ایسے کاموں سے اجتناب کرنا شرعاً لازم ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ بذاتِ خود یہ کام کیا اور نہ ہی صحابہ کرام وخیر القرون میں کسی نے کیا، باوجود یہ کہ یہ حضرات نیکیوں کے معاملے میں ہم سے زیادہ حریص تھے، اور اس زمانے میں بھی یہ کام کر سکتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثواب پہنچانا اگر مقصود ہو تو اس کے لیے کسی مہینے یا دن کا انتظار نہیں کرنا چاہیے، بلکہ کسی بھی دن جو میسر ہو صدقہ کر کے اس کا ثواب بخش دیا جائے۔

۳۔ ماہِ ربیع الاول میں میلاد کی مناسبت سے گھروں میں بھیجا گیا کھانا اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام کی نیاز ہوتو اس کا کھانا حرام ہوگا، اور اگر وہ اللہ کے نام کی نیاز ہو اور ایصالِ ثواب مقصود ہوتو اس کھانے میں تو کوئی حرمت نہیں ہے، البتہ اس شخص کا خاص اسی دن کھانا تیار کرنا اور اسی دن تقسیم کا اہتمام کرنا کہ دن آگے پیچھے ہونے سے گراں محسوس ہوتی ہوتو یہ سب بدعت ہے، جس سے بچنا چاہیے۔

وفي حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح:

واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقربا إليهم فهو باطل وحرام اهـ (ص: 693)

وفي الدر المختار وحاشية ابن عابدين:

"وقال أيضاً: ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة: وروى الإمام أحمد وابن ماجه بإسناد صحيح عن جرير بن عبد الله قال "كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة". اهـ. وفي البزازية: ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص. والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره. وفيها من كتاب الاستحسان: وإن اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا اهـ وأطال في ذلك في المعراج. وقال: وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالى. اهـ. (رد المحتار 2/240 ط: سعيد)

۴۔ تاریخی حوالوں کی رو سے اس بدعت کی ابتداء ۶۰۴ھ میں بادشاہ مظفر الدین کوکری نے اپنی حکومت کو طول دینے، رعایا کو اپنی طرف مائل کرنے، اپنی عظمت ان کے دلوں میں بٹھانے، اور دین سے لگاؤ کا تأثر دینے کے لیے اس ڈھونگ کو دینی رنگ کے ساتھ رچانے کو بہترین حربہ خیال کیا، چنانچہ اس نے ربیع الاول میں جشنِ میلاد کی بدعت ایجاد کرنے کا منصوبہ بنایا اور اسی مقصد میں پوری طرح کامیابی کے لیے اس نے زبردست تدبیر یہ اختیار کی کہ عمر بن دمیہ ابوالخطاب نامی ایک شخص جو خود کو عالم کہلواتا تھا کے ذریعہ اس بدعت کو سندِ جواز فراہم کرنے کے لیے مواد اکٹھا کرنے کا کارنامہ سرانجام دلوایا۔

"وفيات الأعيان وأبناء أبناء الزمان" میں ہے:

وأما احتفاله بمولد النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فإن الوصف يقصر عن الإحاطة به، لٰكن نذكر طرفا منه وهو أن أهل البلاد كانوا قد سمعوا بحسن اعتقاده فيه، فكان في كل سنة يصل إليه من البلاد القريبة خلق كثير من الفقهاء والصوفية والوعاظ والشعراء، ولايزالون يتواصلون من المحرم إلٰى أوائل شهر ربيع الأول، فكان مظفر الدين (ملك أربل) ينزل كل يوم بعد صلاة العصر ويقف على قبة إلٰى اٰخرها ويسمع غناءهم ويتفرج علٰى خيالاتهم وما يفعلونه في القبات۔۔۔ هٰكذا يعمل كل يوم إلٰى ليلة المولد، فإذا كان صبيحة يوم المولد أنزل الخلع من القلعة إلٰى الخانقاه على أيدى الصوفية۔۔۔ فإذا فرغوا من هٰذا الموسم تجهز كل إنسان للعود إلٰى بلده، فيدفع لكل شخص شيئًا من النفقة، وقد ذكرت في ترجمة الحافظ أبى الخطاب ابن دحية فى حرف العين وصوله إلى أربل وعمله لكتاب "التنوير فى مولد سراج المنير" لما رأى من اهتمام مظفر الدين به۔"

(وفيات الاعيان لابن خلكان: ترجمه مظفر الدين صاحب اربل، رقم الترجمة: ۵۴۷، ج: ۴، ص: ۱۱۷، ط: دار صادر، بيروت)

"حسن المقصد في عمل المولد" میں ہے:

وقال ابن الجوزي في "مرآة الزمان": حكي أن بعض من حضر سماط المظفر في بعض الموالد ويعمل للصوفية سماعاً من الظهر إلى الفجر ويرقص بنفسه معهم الخ۔"

(حسن المقصد فى عمل المولد، ص: ۴۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

فقط واللہ اعلم

کتبہ: حافظ خلیل اللہ

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
مفتی سعید احمد	مفتی سلمان یٰسین	مفتی محمد مدنی

معہد نامہ

مولانا امین اللہ

الحمدللہ! مَعْہَدُ الخَلِیْلِ الاِسْلَامِیْ ملحقہ اداروں سمیت شب وروز اپنی خدمات جاری رکھے ہوئے ہے۔ مسئولین ہمہ وقت مستعد رہتے ہیں جس کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے متعلقہ ادارے بہتری کی جانب گامزن ہیں۔ ادارے میں درس وتدریس، وعظ وتذکیر اور تعلیم وتربیت کے علاوہ اصلاح وسلوک کے سلسلے میں مختلف سرگرمیاں جاری رہتی ہیں جن کی تفصیل پیش خدمت ہے اس امید کے ساتھ کہ قارئین کرام ادارے کی مزید ترقی و بہتری کے لیے اپنی قیمتی دعاؤں و توجہات کے ذریعے ہمارے معاون بنیں گے۔ ان شاء اللہ۔

سہ روزہ "ٹائم مینجمنٹ کورس"

منگل 12 محرم الحرام 1442ھ مطابق یکم ستمبر 2020ء:

معہد الخلیل الاسلامی کے زیر اہتمام "ٹائم مینجمنٹ کورس" کروایا گیا جس میں درجہ سادسہ، سابعہ، دورہ حدیث اور تخصصات کے درجات میں زیر تعلیم طلبہ کرام نے شرکت کی۔ کورس کے لیے "دی گریٹ ویز" کے بانی اور معروف ٹرینر مفتی عبدالمتین صاحب کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ کورس میں شرکاء کو وقت کی اہمیت اور لمحہ کو درست طریقے سے استعمال کرنے کے گر سکھائے گئے۔ ایک کامیاب شخص کے لیے وقت کی تنظیم کس قدر اہمیت رکھتی ہے؟ اور غیر منظم زندگی فرد اور قوموں کی زندگی میں تباہی لاتی ہے؟ جیسے سوالات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی۔ وقت کو منظم کرنے اور اس کے ضیاع سے بچنے کے مجرب اصول سے طلبہ کو روشناس کروایا گیا۔

تقریری مسابقہ

(یوم دفاع، یوم تحفظ ختم نبوت)

اتوار 17 محرم الحرام 1442ھ مطابق 6 ستمبر 2020ء:

معہد الخلیل الاسلامی کے زیر اہتمام طلبہ کی اظہار مافی الضمیر کی صلاحیت کو ابھارنے کے لیے 6 ستمبر یوم دفاع جبکہ 7 ستمبر کو یوم تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے تقریری مسابقے کا انعقاد کیا گیا۔ ایک پروقار تقریب میں یہ

مسابقہ منعقد کیا گیا جس میں اولی تا دورۂ حدیث طلبہ نے شرکت کی۔تقریب کے مہمان خصوصی مولانا رضوان قاسمی صاحب تھے۔آپ نے فرمایا کہ فتنۂ قادیانیت اپنے اختتام کی جانب بڑھ رہا ہے،ان شاء اللہ بہت جلد اپنے انجام کو پہنچ جائے گا نیز انہوں نے 7 ستمبر 1974 کے حوالے سے اسلاف کی قربانیوں کا تذکرہ کیا۔آخر میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو انعامات سے نوازا گیا۔

تحریری مسابقہ

(تحریک ختم نبوت بخاری تا مفتی)

پیر 18 محرم الحرام 1442ھ مطابق 7 ستمبر 2020ء:

طلبہ میں لکھنے کے ذوق کو جلا بخشنے کے لیے ایک تحریری مسابقے کا اہتمام کیا گیا جس کا موضوع تحریک ختم نبوت بخاری سے مفتی تک تھا۔مسابقے میں حصہ لیتے ہوئے اولی تا دورۂ حدیث کے طلبہ نے مضامین لکھے۔ان مضامین کو دو منصفین نے علیحدہ علیحدہ چیک کیا۔بعد ازاں 7 ستمبر 2020 کو نتائج کا اعلان کیا گیا اور ایک تقریب کے دوران پوزیشن کے حقدار طلبہ میں انعامات اور تمام شرکاء کو اعزازی اسناد سے نوازا گیا۔

صحت ورکشاپ

جمعرات 22 محرم الحرام 1442ھ مطابق 10 ستمبر 2020ء:

معہد الخلیل الاسلامی کے زیر اہتمام "ذہنی وجسمانی صحت کی اہمیت اور اس کے لیے تدابیر" کے عنوان سے ایک ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا جس میں درجہ رابعہ تا سابعہ میں شریک طلبہ نے شرکت کی۔ورکشاپ کے لیے معروف کنسلٹنٹ جناب ڈاکٹر نسیم احمد صاحب کو مدعو کیا گیا تھا ڈاکٹر صاحب نے قرآن وحدیث اور علم طب کی روشنی میں ذہنی وجسمانی صحت کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور اس کے اہم اصول بتائے اور ساتھ ساتھ ذہن وجسم کی صحت کے لیے مفید تدابیر سے شرکاء کو روشناس کیا۔بعض شرکاء نے آپ سے انفرادی ملاقاتیں بھی کی اور ان کے مفید مشوروں سے مستفید ہوئے۔

اجتماع اساتذہ

پیر 25 محرم الحرام 1442ھ مطابق 14 ستمبر 2020ء:

حضرت مہتمم صاحب کی سرپرستی میں معہد اور اس کی تمام شاخوں کے شعبہ کتب کے اساتذہ کا ایک تربیتی اجتماع منعقد ہوا۔حضرت مہتمم صاحب نے اساتذہ کو طلبہ کی تعلیم اور تربیت کے حوالے سے قیمتی نصائح فرمائیں۔انہوں نے کہا کہ اساتذہ کو چاہیے کہ وہ طلبہ کے تعلیمی اور تربیتی دونوں پہلوؤں پر توجہ دیں اور جانفشانی سے کام لیتے ہوئے ایک بہترین عالم دین بنانے کے ساتھ ساتھ ایک باعمل اور تربیت یافتہ انسان بنانے کی سعی بھی

فرمائیں، انہوں نے اساتذہ کی تعلیمی وتربیتی سرگرمیوں پر اطمینان اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ الحمدللہ ہمارے ہاں اساتذہ اپنے اس مبارک عمل میں اخلاص اور یگانگت کے ساتھ مصروف ہیں۔اور اس میں مزید نکھار پیدا کرنے کے لیے تعلیمی وتربیتی حوالے سے جناب رسول اللہ ﷺ کا مبارک طرزعمل ہمارے لیے بہترین نمونہ اور مشعلِ راہ ہے، اور آنحضرت ﷺ کی تعلیم وتربیت کی عالمگیریت اور ابدیت کی علت دو باتوں میں مضمر ہے: ایک امت کے حق میں آپ کی راءفت وشفقت اور دوسرا اپنے نصائح پر خود عمل پیرا ہونا، اور یہی وجہ ہے کہ احادیث کے ایک بڑے ذخیرہ کنز العمال میں ہمیں قولی سے زیادہ عملی احادیث ملتی ہے، لہٰذا اساتذہ تربیتی حوالے سے بھی طلبہ پر خوب توجہ دیں اور اپنے نصائح پر خود بھی عمل پیرا ہوکر طلبہ کے سامنے ایک مثال پیش کریں۔ دوران اجتماع اساتذہ کو امتحان کے اور امتحانی پرچوں کے حوالے سے ایک خاکہ پیش گیا اور ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ ہوا کہ اس سال تعلیمی عمل تاخیر سے شروع ہونے کی وجہ سے سہ ماہی اور ششماہی امتحانات کے بجائے چار ماہی اور سالانہ امتحانات ہوں گے۔ البتہ ہر دو امتحان سے قبل طلبہ کا دو مرتبہ تمام کتب کا ماہانہ جائزہ لیا جائے گا۔

مسابقہ حسن حمد ونعت

پیر 25 محرم الحرام 1442ھ مطابق 14 ستمبر 2020ء:

معہد الخلیل الاسلامی کے زیر اہتمام طلبہ کے درمیان مسابقۂ حسن حمد ونعت منعقد ہوا۔ مسابقہ کے لیے شرکاء کے دو علیحدہ گروپ بنائے گئے ۔ پہلے گروپ میں درجہ اولی تا دورۂ حدیث تمام درجات کے بیس طلبہ نے شرکت کی۔ دوسرا گروپ حفاظ کیمبرج کے طلبہ کا تھا۔ تمام طلبہ نے نہایت دلچسپی سے مسابقے میں حصہ لیا۔ مسابقے کے آخر میں پوزیشن حاصل کرنے والے خوش نصیب طلبہ میں انعامات تقسیم کیے گئے اور تمام شرکاء کو اعزازی اسناد دی گئیں۔

علماء کنونشن

جمعرات 28 محرم الحرام 1442ھ مطابق 17 ستمبر 2020ء:

معہد الخلیل الاسلامی میں تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں علماء کنونشن کا انعقاد کیا گیا۔ کنونشن کی صدارت مولانا قاضی احسان صاحب نے کی جبکہ نگرانی کا بار مولانا اعجاز مصطفی صاحب نے اٹھایا۔ کنونشن میں کراچی بھر کے اہل علم نے شرکت کی۔ مولانا اللہ وسایا صاحب نے کنونشن سے پرمغز خطاب کیا اور 7 ستمبر 1974 کو قومی اسمبلی میں پیش ہونے والی قرادادیں، جرح اور قانون سازی پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے تفصیل سے بتایا کہ 1974 کی تحریک میں اللہ کا فضل وکرم ہر دم ہر لحہ کیسے بزرگان دین کے ساتھ تھا؟